ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
15
8 تا 14 جمادی الاولیٰ 1432ھ/ 12 تا 18 اپریل 2011ء

## دین حق کی فطری طاقت

دشمنانِ اسلام کو یہ معلوم نہیں کہ خود اس دین کی فطرت وطبیعت میں ایسی مضبوط قوت موجود ہے جو اُن کی سب کوششوں کو ناکام بنا سکتی ہے۔ یہ دین اللہ کا آخری کامل دین ہے۔ جس کے متعلق اس کا وعدہ ہے کہ قیامت تک زندہ و پائندہ رہے گا، غالب وتابناک رہے گا۔ ایک قوم اگر خدانخواستہ اس کا ساتھ چھوڑے گی تو اللہ تعالیٰ اسے کسی اور کے سپرد کردے گا۔ ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ (سورہ محمد: 38)۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے    پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

اعدائے اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی مہلت اور ڈھیل ہے، تاکہ وہ اپنا پیمانہ بھر لیں، بھرنے کے بعد ہی لبریز ہوگا!...... جہاں تک سیاسی اور معاشرتی میدان میں غلبۂ دین کا تعلق ہے، مسلم قوم مر مر کے جینے والی اور ڈوب ڈوب کر اُبھرنے والی ہے: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (الصافات: 173) کئی دفعہ اس قوم پر ادبار کا وقت آیا مگر یہ پھر سنبھل گئی اور ایسے طریقے سے اُٹھ کھڑی ہوئی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ دشمن اپنے ہاتھوں اپنی قبر آپ کھود رہے ہیں جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ خود دفن ہو کر رہیں گے۔ دنیا کا موجودہ بحران جو مسلمانوں کے لیے پریشان کن ہے، بفضلہٖ تعالیٰ ایک عارضی وقفہ ثابت ہوگا۔ مغربی تہذیب اور کمیونزم جن سے اس وقت اسلام کا مقابلہ ہے، دونوں اندر سے کھوکھلے ہو چکے ہیں اور شائد اس انتظار میں ہیں کہ کوئی جاندار قوم اسلام کا دامن تھام کر میدان میں آئے تو یہ دونوں میدان کو اس کے لیے خالی کر دیں!

تفسیر فی ظلال القرآن (جلد سوم)
سید قطب شہیدؒ

## اس شمارے میں

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے

مکمل سماجی اور قانونی مساوات

سمجھدار اور دُور اندیش کون؟

تشویشناک ملکی حالات میں علماء حق کا فریضہ

خاتم النبیین ﷺ کا مشن اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داری

مسائل کا حل: جمہوریت یا اسلامی انقلاب؟

ڈاکٹر اسرار احمدؒ: ایک مردِ آہن

بارالٰہا! بارالٰہا!

خدارا! یہ ظلم نہ کرو!

# سورۃ التوبہ

(آیات:108تا110)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝١٠٨ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠٩ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١١٠ ع

’’تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ پاک رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری؟ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (موجب) خلجان رہے گی (اور ان کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔‘‘

سازشی منافقین نے حضور ﷺ سے آ کر درخواست کی کہ ایک دفعہ آپؐ اس مسجد میں تشریف لے چلیے، آپؐ کے آنے سے وہاں بڑی برکت ہو جائے گی اور ہماری اس مسجد کو بھی یہ سعادت نصیب ہو جائے گی کہ آپؐ کے قدم وہاں پڑ جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کو بروقت ایسا کرنے سے روک دیا کہ ’’اے نبیؐ آپؐ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ یقیناً وہ مسجد جو پہلے دن ہی سے تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے (یعنی مسجد قبا) وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، (یعنی اس میں نماز پڑھیں)‘‘۔ مسجد قبا وہ اولین مسجد ہے جو آپؐ کے سفر ہجرت کے بعد مدینے سے تین میل باہر قبا کے مقام پر تعمیر کی گئی تھی۔ یہ گویا آپؐ کا پہلا پڑاؤ تھا۔ فرمایا کہ ’’اس مسجد (قبا) میں وہ لوگ ہیں جن کو یہ بات بڑی پسند ہے کہ وہ بہت پاک رہیں اور اللہ تعالیٰ کو پاک رہنے والے لوگ پسند ہیں‘‘۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے قبا والے مسلمانوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا وہ کون سا وصف ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اتنی مدح فرمائی ہے کہ یہ بڑے صاف ستھرے لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قضائے حاجت کے بعد ڈھیلے بھی استعمال کرتے ہیں اور پھر پانی سے بھی طہارت حاصل کرتے ہیں۔ تو ان دونوں طریقوں سے طہارت حاصل کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔

تو کیا بھلا وہ کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد تقویٰ اور اللہ کی رضامندی پر رکھی ہو بہتر ہے یا وہ کہ جس نے اپنی تعمیر کی بنیاد ایسی کھائی کے کنارے پر رکھی ہے جس کا کنارہ ابھی گرا کہ گرا، تو پھر وہ اس کو لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا۔ یعنی عمارت کی تعمیر کے لیے انسان جگہ کا جائزہ لیتا ہے، تاکہ بنیاد مضبوط ہو۔ اور اگر کوئی جگہ نیچے سے کھوکھلی ہو جیسا کہ دریاؤں کے کنارے اوپر سے جگہ ٹھیک نظر آ رہی ہوتی ہے، مگر نیچے سے دریا مٹی بہا کر لے گیا ہوتا ہے، وہاں کوئی عمارت نہیں بناتا۔ اس لیے کہ تو وہ عمارت تو دریا میں گر جائے گی۔ اسی طرح جو منافقین کی تدبیریں ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے جہنم کے کنارے کے اوپر خشکی ہے، اس کا ایک کنارہ باہر نکلا ہوا ہے، اُس پر یہ تعمیر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ کھوکھلا کنارہ ڈھے جائے گا اور ان کو اور ان کی تعمیر کو لے کر جہنم میں جا گرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔

یہ جو منافقت کی عمارت انہوں نے بنائی ہے وہ ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتی رہے گی الاّ یہ کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی کے جسم میں کینسر پھیل گیا ہو۔ اُس کا اپریشن تو ہو نہیں سکتا تو اب پورے جسم کے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو کینسر کا اثر باقی رہے۔ اب اُس کے اثر کو زائل کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں میں منافقت کی جڑیں اتنی گہری جا چکی ہیں کہ وہ کسی صورت میں وہاں سے نکل ہی نہیں سکتیں، ہاں اگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو آپ جڑیں نکال لیں۔

## فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## مرتے وقت کا کلمہ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) (ابو داؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

8 تا 14 جمادی الاولیٰ 1432ھ جلد 20
12 تا 18 اپریل 2011ء شمارہ 15

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں


اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**ایوب بیگ مرزا**

# جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے

اللہ نے اپنی کل مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اپنی اس بہترین تخلیق میں سے بھی انبیا اور رُسل کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔ سچ پوچھئے تو حقیقت یہ ہے کہ انسان ہونے کے باوجود انبیاء اور رُسل کی کیٹگری ہی الگ ہے۔ وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ وہ حق کا سمبل ہوتے ہیں۔ حق اور سچ اُن سے شروع ہو کر اُن ہی پر ختم ہوتا ہے۔ اُن کا ساتھ دینے والا حق کا ساتھی کہلاتا ہے، اور اُن کا مخالف باطل اور باطلِ محض ہوتا ہے۔ چاہے ظاہری طور پر اُس کا دنیا میں بڑا اونچا مقام ہی کیوں نہ ہو، حقیقت میں وہ پستی کا مکین ہوتا ہے اور ذلت و رسوائی اُس کا مقدر ہوتا ہے۔ ایک بات اور طے شدہ ہے کہ غیرِ نبی تقویٰ اور نیکی کی معراج تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے وہ انبیاء اور رُسل کے مقام کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد ایک انسان تھے، دوسرے عام انسانوں کی طرح، جن کے خمیر میں نسیان ہوتا ہے۔ بھول چوک اور خطا سے وہ مبرا نہیں ہوتے۔ لیکن ان بشری تقاضوں کے علی الرغم وہ اتنے عظیم اور قد آور انسان تھے کہ ہمیں انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیئے جانے کی وجہ سمجھ آتی ہے۔ اُن کی اللہ کی کتاب اور نبی آخر الزمان ﷺ کے فرمودات سے والہانہ محبت دیدنی تھی۔ علاوہ ازیں وطن عزیز میں اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے نفاذ کی خواہش اس بندۂ خدا کے جسم و جان میں گندھی ہوئی تھی۔

بانی تنظیم اسلامی اور مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے حوالے سے بات آگے بڑھانے سے پہلے ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ برسی منانے، عرس منعقد کرنے، یادگاریں تعمیر کرنے، بزرگوں کی قبروں پر خانقاہیں تعمیر کرنے، اور آستانے قائم کرنے اور وہاں میلے منعقد کرنے کے بارے میں ہم کوئی فتویٰ تو نہیں دیتے، لیکن یہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور ہمارے مزاج کے سخت خلاف ہے۔ اگرچہ بزرگان دین اور اپنے اسلاف سے عقیدت اور محبت اُن کے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن اس میں غلو اور اِس آڑ میں غیر شرعی حرکات کسی صورت قبول نہیں کی جاسکتیں۔ ہم تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے جو یہ چند سطور تحریر کر رہے ہیں تو دل ڈر رہا ہے اور ذہن بڑی مشکل سے اس پر آمادہ ہوا ہے اس لیے کہ شخصیت پرستی ہمارے نزدیک انتہائی قابلِ نفرت اور مذموم فعل ہے۔ لیکن ہر دور میں ایک مسئلہ رہتا ہے کہ وقت کے نوجوانوں کو کسی اعلیٰ اور ارفع مقصد کے لیے آمادہ کرنے کے لیے اسی دنیا کے انسانوں کی مثال دینا پڑے گی۔ انسان کی خصلت ہے کہ وہ بڑے لوگوں اور اُن کے بڑے کارناموں سے inspire ہوتا ہے۔ زندہ مثال پیش کر کے اُن پر اتمام حجت کرنا مقصود ہوتا ہے، کہ آخر ایک جیسی جسمانی ساخت رکھتے ہوئے ہم عظمت کے ان پہاڑوں کی بھرپور پیروی کیوں نہیں کر سکتے، ہم مشنری کیوں نہیں بن سکتے، اور حالات کی ناموافقت سے ہم کیوں نہیں لڑ سکتے، ہم آخرت کو دنیا پر ترجیح کیوں نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت کرنے والے ہر مرد و زن کو جان لینا چاہیے کہ تین جہتوں میں محنت اور مشقت انسان کو بڑا بنا سکتی ہے۔ 1۔ انسان اپنی ذات اور اہل خانہ کے لیے جان جوکھوں میں ڈالے اور اس دنیا میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے اپنا تن من جھونک دے۔ 2۔ اپنی قوم اور ملک کے لیے زندگی وقف کر دے۔ اس مقصد کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے اور اپنی صلاحیتوں کو نچوڑ کر قوم پر نچھاور کر دے۔ اس حوالہ سے مخلصانہ کوششیں انسان کو خواہی نخواہی دنیا میں ایک بڑا مقام دلا دیتی ہیں۔ 3۔ تیسری جہت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے دین اور آخرت کمانے کے لیے لگا دے۔ اور کوئی دنیوی غرض نہ ہو۔ یہاں تک کہ جان کی بازی بھی لگا دے اور شہادت فی سبیل اللہ کا مقام و مرتبہ حاصل کر لے۔ ظاہر ہے، پہلی جہت انتہائی ارزاں اور عارضی

ہوتی ہے۔ جبکہ محنت اور جدوجہد کی تیسری اور آخری جہت انسانی عظمت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور وہ دنیا جس کا وہ طالب نہیں ہوتا، وہ خود بعض اوقات اُس کی زندگی ہی میں اُس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات دنیا بعد از مرگ اُسے اوجِ ثریا تک پہنچا دیتی ہے۔ بہرحال جس رب عظیم کے دین کی خدمت وہ اپنی زندگی کا شعائر بناتا ہے وہ رب اُسے دائمی زندگی کے جن دائمی انعام واکرام سے نوازتا ہے، وہ ہمارے تصور اور وہم وگمان سے بھی ماورا شے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے بعض خیالات وافکار سے بہت سے لوگوں کو اختلاف ہوسکتا ہے اور یہ اُن کا حق ہے لیکن کوئی ظالم سے ظالم انسان بھی اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتا کہ انہوں نے اس تیسری جہت میں زندگی کھپا دی۔ سفر و حضر ہو، صحت و تندرستی کی کیفیت ہو یا حالت بیماری میں بستر پر پڑے ہوں، نجی محفل ہو یا عوامی جلسہ ہو، ایوانِ صدر میں گفتگو کا موقع ملے یا کسی پسماندہ بستی میں خطاب کریں، دوست واحباب کی محفل ہو یا بدترین دین دشمن سیکولر اور ملحد قسم کے لوگوں سے پالا پڑ جائے، بات اللہ کے دین کی کی جائے گی اور مذہبی بنیادوں پر محض وعظ ونصیحت ہی نہیں بلکہ ڈٹ کر اوّلاً پاکستان میں اور بعدازاں عالمی سطح پر اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت قائم کرنے کی کھل کر بات ہوگی۔ کوئی مخالفانہ ماحول، کسی قسم کی کوئی مصلحت یا کسی حکمران کا رعب داب انہیں یہ اعلان کرنے سے نہیں روک سکتا تھا کہ اُمت مسلمہ کے تمام مسائل اور مصائب کی جڑ دین سے دوری اور غیر اسلامی نظام کا مسلط ہونا ہے۔ آج سیاسی اور مذہبی دنیا کا طاقتور ترین انسان بھی پاپولر نقطہ نظر کی مخالفت نہیں کر سکتا لیکن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کبھی عوامی سطح پر مخالفت کے خوف سے حق گوئی سے باز نہ رہے۔

ہر وہ شخص جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت وعقیدت کا دعویدار ہے، اور اُن سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے، سن لے اور کان کھول کر اچھی طرح سن لے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے کسی برسی منانے کی، اُن کی شخصی خوبیوں پر زمین وآسمان کے قلابے ملانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اُن کی روح ایسے طرزِ عمل پر شاداں ہوگی۔ جو کوئی نظامِ عدل اجتماعی کے قیام اور بنائے خلافت کو استوار کرنے میں تن من دھن لگا دے گا وہی حقیقی معنوں میں اُن کی روح کی شادمانی کا باعث بنے گا۔ یاد رکھئے، ہم سب کے رب نے اپنی آخری کتاب میں واضح طور پر فرما دیا کہ ’’ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا پھر وہ ہوجاتا ہے نچلوں میں سب سے نچلا‘‘ یعنی انسان کو ایک جیسی خلقت اور ایک جیسا ملتا جلتا جسمانی حلیہ عطا ہوتا ہے لیکن ایک شخص اگر نیکی کی راہ اختیار کرے تو سچے اور برحق نظریات وافکار، عقائد اور صالح اعمال کی بنیاد پر عظمت اور افتخار اُس کا تعاقب کرتے ہیں لیکن اگر وہ کج روی اختیار کرے اور بداعمالی پر اُتر آئے تو دوسری مخلوقات سے بھی ہیچ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قابل تقلید شے نظریات اور اچھے اعمال ہیں۔ شخصیت کی عزت واحترام اسی حوالہ سے ہوگا۔ کوئی شخص محض اپنی ذات میں عزت واحترام کا حق دار نہیں ہوگا۔ قرآن وسنت سے ماخوذ یہی وہ درس تھا جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی زندگی میں دیتے تھے۔ اگرچہ شریعت کی مقررہ اور طے کردہ حدود میں رہتے ہوا ایسے عظیم لوگوں کے لیے اپنے دل میں محبت رکھنا اور اُس کے اظہار کرنے کی ممانعت نہیں۔ ان ہی حدود کا خیال رکھتے ہوئے ہم اُن کی یاد میں غالب کا ایک شعر پیش کریں گے۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور!

زندگی کا ایک طویل سفر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی معیت میں طے کرنے کی بنیاد پر ہم بآسانی پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت کرنے والا کوئی دعویدار دین حق کے قیام اور نفاذ کی جدوجہد میں اگر عملی حصہ نہیں ڈالتا تو وہ اُسے روزِ قیامت بھی ملنے سے انکار کردیں گے۔ واللہ اعلم

**بیابہ مجلس اسرار**

## مکمل سماجی اور قانونی مساوات

نظامِ خلافت میں کامل انسانی مساوات کا تصور کارفرما ہوگا۔ تمام انسان برابر سمجھے جائیں گے، نہ کوئی اونچا ہوگا اور نہ کوئی نیچا۔ اسلامی معاشرے میں کوئی سید اونچا اور مصلی نیچا نہیں۔ ایسے تمام تصورات کو ختم کرنا ہوگا اور ان کی جڑیں کھودنا ہوں گی، اس لیے کہ اسلام میں اونچ نیچ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت بلال حبشیؓ کو سیدنا بلال کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اسی طرح قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہوں گے۔ اسلام کے عدالتی نظام میں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ سربراہ مملکت یا خلیفۂ وقت عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ ہے۔ یہ تو خیر اتنی انہونی بات نہیں ہے۔ لیکن نظامِ خلافت میں دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ مطلوبہ گواہوں کی عدم دستیابی کے باعث خود خلیفۂ وقت کا مقدمہ عدالت سے خارج کردیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کا مقدمہ قاضی شریحؒ کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا اور یہ مقدمہ اس لیے خارج ہوگیا تھا کہ حضرت علیؓ کے پاس غلام اور بیٹے کی گواہی کے علاوہ کوئی دوسری شہادت موجود نہ تھی، اور یہ شہادتیں اسلام کے قانونِ شہادت کے مطابق قابل قبول نہ تھیں۔ لہٰذا مقدمہ خارج ہوگیا۔ اسلام کے اس قدر بے لاگ انصاف کو دیکھ کر شریک مقدمہ یہودی اسلام لے آیا۔ چنانچہ سربراہِ مملکت کو حاصل خصوصی تحفظات ہوں یا ممبران اسمبلی کا استحقاق ہو، یہ سب غیر اسلامی چیزیں ہیں۔ اسلام میں خلیفہ کو بھی کوئی خصوصی تحفظ یا مقامِ امتیاز حاصل نہیں ہے۔

البتہ اگر یہ ضرورت محسوس ہو کہ کہیں بدمعاش قسم کے لوگ ہر وقت خلیفہ کو مقدمے بازی ہی میں نہ پھنسائے رکھیں تو سد باب بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملے میں حدِ قذف پر قیاس کرتے ہوئے اس طرح حل نکالا جاسکتا ہے کہ خلیفۂ وقت پر جھوٹا اور غلط مقدمہ دائر کرنے والے شخص کو بھی سزا دینے کا قانون بنا دیا جائے۔

# سمجھ دار اور دُور اندیش کون؟

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے یکم اپریل 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ہمارے ہاں کرکٹ سیمی فائنل کو یوں لیا گیا کہ گویا پورے ملک کے مستقبل کا دارومدار اِسی فتح پر ہے۔ کھیل کو تو کھیل رہنا چاہیے، مگر افسوس کہ ہم نے کھیل کو زندگی موت کا مسئلہ بنا دیا۔ یہ درحقیقت ہماری ناپختگی اور بچگانہ پن کی کھلی دلیل ہے۔ جیسے کسی بچے کے ساتھ بہت زیادتی ہو جائے تو آپ اُسے مٹھائی یا کھلونے دے کر بہلا لیتے ہیں، اسی طرح کرکٹ کے ذریعے ہمیں بھی بہلایا جاتا ہے۔ کرکٹ کا جنون جس قدر ہمیں ہے، اس سے صاف عیاں ہے کہ ہم بحیثیت قوم اب بھی عہد طفولیت سے گزر رہے ہیں۔ شیخ سعدی کا بڑا خوبصورت شعر ہے کہ ؎

چہل سال عمر عزیزت گزشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت

قرآن حکیم سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ چالیس سال کی عمر ذہنی اور فکری اور نفسیاتی بلوغت کی عمر ہے۔

﴿حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً لا......﴾ (الاحقاف:15)

''یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے......''

پاکستان کو آزاد ہوئے قمری اعتبار سے 65 برس ہونے کو ہیں، مگر ہم ابھی تک فکری بلوغت کو نہیں پہنچے۔ ہم ہنوز عہد طفولیت میں جی رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معیارات اور کامیابی و ناکامی کے پیمانے ہی وہ نہیں جو اسلام نے دیئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کی زندگی ابتلا و آزمائش ہے، اصل زندگی آخرت کی ہے، مگر اس کی بجائے ہم پورے طور پر دنیا پرستی میں مگن ہیں۔ پوری قوم (الا ماشاء اللہ) دنیا اور اُس کے اسباب کو ہی کامیابی سمجھ رہی ہے۔ ہمارے تجزیہ نگاروں کا زاویۂ نگاہ بھی خالصتاً مادہ پرستانہ ہے۔ وہ جب مغربی اقوام سے ہمارا تقابلی تجزیہ کرتے ہیں تو محض مادی ترقی کے حوالے سے کرتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ اقوام مغرب بہت بلندی پر دیکھتے ہیں اور خود کو پسماندہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کا یہ تجزیہ بجا ہے کہ ہم آپس کے جھگڑوں اور مختلف علاقائی، لسانی اور مذہبی عصبیتوں میں الجھنے کی بنا پر مغربی اقوام سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں، مگر یہ جزوی سچائی ہے، پورا سچ نہیں۔ ہمارے زوال و انحطاط کا اصل سبب کچھ اور ہے۔ اقبال نے کہا تھا ؎

سبب کچھ اور ہے جسے تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

ہمارے تنزل کا اصل اور بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم ایمانی حقائق سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ہمارے تجزیہ نگار اس بات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مغربی قوموں میں میچورٹی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پڑوسی بھارت نے بھی دنیاوی اعتبار سے خود کو ہم سے زیادہ میچور ثابت کیا ہے۔ وہاں ہم سے زیادہ جمہوریت ہے۔ اُن کی جمہوریت کی گاڑی پٹڑی پر چلی ہے تو آج تک پٹڑی سے نہیں اُتری۔ ہمارے ہاں جمہوریت اور فوجی حکمرانی کا شرمناک کھیل جاری رہا۔ پھر یہ کہ انہوں نے بہت جلد اپنا دستور بنا لیا، ہمارے ہاں دستور بنتے اور ٹوٹتے گئے۔ اسی طرح آزادی کے فوراً بعد بھارت نے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا تھا، جو معاشی بے انصافی کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔ ہم نے اسے ابھی تک قوم پر مسلط کر رکھا ہے۔ تو یہ صحیح ہے کہ میچورٹی کے اعتبار سے ہم انڈیا اور دوسری اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں اور دنیا کی دیگر اقوام میں ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا جب قوم کے حالات کا تجزیہ ہو تو یہ مادی حوالے سے نہیں، ایمانی حقائق کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

جب مسلمان ایمانی حقائق سے دور ہو جائے تو وہ دنیا میں بھی پست ترین کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ ہمارے ساتھ یہی حادثہ ہوا ہے۔ مسلمان کی عزت اور شان و شوکت مادی اسباب اور وسائل نہیں، اُن کی قوت کا سرچشمہ اُن کا ایمان و عقیدہ ہے۔ اُس کو دنیا میں سربلند کرنے والی شے ایمان، اللہ کی ذات پر بھروسا اور آخرت پر یقین ہے۔ اُسے دنیا میں عزت اسلام کی پیروی سے ملتی ہے، نہ کہ دنیاوی اور مادی ترقی سے۔ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد آ رہا ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ یروشلم گئے تو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے خلیفہ کے پاس جا کر کہا کہ یہاں کے لوگ بڑے صاحب حیثیت ہیں اور آپ پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑوں میں آئے ہیں، ذرا لباس ٹھیک کر لیجیے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں سختی سے ڈانٹ دیا اور فرمایا "نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ" "ہم وہ قوم ہیں کہ جسے اللہ نے عزت اسلام کی بدولت دی ہے۔" میں اسی حلیے میں جاؤں گا۔ یہ ہے عزت کا اصل معیار۔

ہمارے ہاں مادہ پرستی کا غلبہ ہے۔ لہٰذا غیر مسلموں کی طرح میچور اور دانشمند اُسی شخص کو سمجھا جاتا ہے جو دنیا بنانے کے لیے وقت پر اچھے فیصلے کرے، دن رات ایک کر کے زیادہ سے زیادہ کمائے۔ دنیا کی دوڑ میں آگے سے آگے ہو۔ ایسے شخص کے متعلق رشک کے سے انداز میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے مستقبل کے لیے بڑا سامان کرلیا ہے، بچوں کو بڑے اچھے مقامات پر پہنچا دیا ہے، اس کا بزنس روز افزوں ترقی کر رہا ہے، وہ بڑا میچور اور دور اندیش ہے۔ ظاہر ہے، دنیاوی اور مادی پیمانوں سے دور اندیشی یہی رویہ کہلائے گا لیکن یہ اصل میں دوراندیشی نہیں ہے۔ اصل سمجھداری، کامیابی اور دانشمندی وہ ہے جس کا معیار حدیث رسولؐ میں بتایا گیا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ((اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ)) "سمجھدار اور دوراندیش وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔" ہمارے ہاں محاسبہ تو ہوتا ہے، مگر یہ محاسبہ دنیاوی کاروبار کے حوالے سے ہوتا ہے کہ معاشی حوالے سے ہمارا آج کا دن ہمارے گزرے ہوئے کل سے بہتر ہے یا نہیں۔ اگر یہ کل سے بہتر نہیں تو یہ تو سخت گھاٹے کا سودا اور فکر مندی کی بات ہے کہ ہم پیچھے جا رہے ہیں۔ کل تک اگر ہم روزانہ ایک ملین کما رہے تھے اور آج اس میں کچھ کمی ہوگئی ہے تو یہ بڑا نقصان ہے اور سوچنے کی بات ہے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ لیکن یہاں جس محاسبہ کا ذکر ہے اور جو فی الواقع دانائی کی علامت ہے وہ ایمان اور نیکی و تقویٰ کے اعتبار سے محاسبہ ہے۔ یعنی آدمی یہ دیکھے کہ میں ایمان اور نیکی کے اعتبار سے آج کہاں کھڑا ہوں۔ آخرت سنوارنے کے اعتبار سے میرا کیا مقام ہے، جو میرا اصل مستقبل اور میرا اصل کیریئر ہے۔ صحیح معنوں میں دانا وہ شخص ہے جو اُس دائمی زندگی کو سنوارنے کے لیے محنت کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تقویٰ اور محاسبہ کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ الحشر میں فرمایا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾ (آیت:18)

"اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، (یعنی حرام چیزوں سے، گناہوں سے، اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ) اور ہر شخص یہ دیکھے (جائزہ لے) کہ اس نے اپنے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔"

ہر مسلمان اپنا احتساب کرے کہ آج میں کہاں کھڑا ہوں؟ میرا آج میرے گزرے کل سے بہتر ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو فکر مند ہو، اس لیے کہ یہ سخت خسارے کی بات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص تباہ ہوگیا جس کا آج اُس کے گزرے کل سے بہتر نہ ہو۔" یہ گویا اللہ کے رسول کی طرف سے ہمیں محاسبہ کی دعوت ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ محاسبہ کے حوالے سے فرماتے ہیں "اپنا محاسبہ کرو، قبل اس کے تمہارا محاسبہ کیا جائے۔"

ہم آئے روز اپنے عزیزوں اور دوستوں کے جنازے کے ساتھ جاتے ہیں، مگر پھر بھی ہم آخرت کو بھولے رہتے ہیں، ہمیں موت کی ذرا فکر نہیں ہوتی، حالانکہ نہ معلوم کب فرشتۂ اجل آ پہنچے۔ ساری فکر یہی ہے کہ کیسے دنیا بنائیں اور مال کمائیں اور اگلی نسلوں کے لیے ذخیرے چھوڑ کر جائیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ دنیا کی فکر بھی اپنی ذات ہی کی حد تک ہے۔ قوم اور ملت کے مفاد کا ہمیں کوئی خیال نہیں۔ قوم مسائل کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔ ہمیں اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کے لیے کھلونے دے دیئے جاتے ہیں اور ہم ان سے بہل جاتے ہیں۔ کرکٹ کی حیثیت بھی ایک کھلونے کی سی ہے، جس کے ذریعے قوم کا رُخ اصل مسائل سے موڑ دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ہمارا میڈیا بھی بہت منفی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا نے ایک کرکٹر کی شادی کو ایسا ایشو بنایا کہ پوری قوم اُسی میں مگن ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم فکری افلاس اور ذہنی پستی کی انتہاؤں کو چھو رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اہم ترین مسائل کا پتہ ہی نہیں۔ کل ایک جگہ اجتہاد کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اجتہاد کے حوالے سے علمی معاملات سے قطع نظر اس وقت علماء کرام کو جس معاملے میں سر جوڑ کر بیٹھنے اور اجتہاد کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آج ہم مسلمان ایک ارب ساٹھ کروڑ ہونے کے باوجود دنیا میں ذلیل وخوار کیوں ہیں، حالانکہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران)

"اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔"

اس وقت اصل اجتہاد تو یہ ہے کہ اہل علم مل بیٹھیں اور اس حوالے سے قوم کی راہنمائی کریں۔ لوگوں کو یہ تو بتایا جاتا ہے کہ فلاں رات کو اتنے نوافل پڑھنے کا اتنا ثواب ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے میں خوب چھان بین کی جاتی ہے۔ مثلاً صابن میں کہیں سور کی چربی تو شامل نہیں ہے۔ لیکن ہمالیائی جرائم اور گناہوں کے حوالے سے ہم نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو حضرت مسیحؑ نے فرمائی تھی کہ تم لوگ مچھر چھانتے ہو اور سموچے اونٹ نگل جاتے ہو۔ قوم کو یہ نہیں بتایا جا رہا ہے کہ سودی معیشت کی وجہ سے ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ دین کو قائم نہ کر کے ہم عملاً اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم مختلف عذابوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ بھئی، قوم کو حالت جنگ سے نکالو، اللہ کے خلاف بغاوت کو ختم کرانے کی سعی کرو۔ اس کے لیے قوم کو بیدار کرو۔ قوم کو بتایا جائے کہ ٹیری جونز کی شیطانی حرکت اور دہشت گردی کا جواب دینے کا اصل اور مؤثر طریقہ کیا ہے۔ مسلمان کیونکر اتنے طاقتور ہوسکتے ہیں کہ ایسے شیطان صفت اسلام دشمنوں کو دندان شکن جواب دے سکیں، جو اس دھرتی پر ہمارے سینے کے اوپر مونگ دلتے ہیں۔ کیا محض مظاہرے کرنے سے ان لوگوں کی گھناؤنی حرکات اور منصوبوں کے آگے بند باندھا جاسکتا ہے۔ کئی سال پہلے سلمان رشدی نے شیطنت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے عظیم المرتبت نبی ﷺ کے حوالے سے زہر اگلا تھا۔ کتنے سال ہوگئے مگر وہ ملعون ابھی تک زمین پر دندناتا پھر رہا ہے۔ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ یہ بتایا جائے کہ ایسے خبیث لوگوں کو ہم کیسے قرار واقعی سزا دیں گے۔ پھر قوم کو یہ بتایا جائے کہ امریکی صلیبی جنگ میں اس کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر آج ہم کس کی صف میں کھڑے ہیں، اللہ کی صف میں یا اللہ کے دشمنوں کی صف میں، اللہ کے ماننے والوں کے ساتھ ہیں یا طاغوت کی صف میں کھڑے ہیں۔ ہم اس وقت حزب اللہ کا حصہ ہیں یا حزب الشیطان کے دست وبازو بنے ہوئے ہیں۔ ان اہم ترین مسائل پر غور وفکر نہیں کرتے اور اس ضمن میں قوم کو رہنمائی فراہم کرنے کو آمادہ نہیں۔ ہاں، قوم کی

توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے اُسے کچھ کھلونے دے دیئے جاتے ہیں۔ قوم 14 اگست کا دن خوب شان وشوکت سے مناتی ہے، مگر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ آزادی جو ہم نے 1947 میں حاصل کی تھی، اب امریکہ کی غلامی میں بدل چکی ہے، مغرب کی تہذیبی غلامی میں تبدیل ہوچکی ہے۔ اس غلامی سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے۔

دانشمند اور سمجھدار کون ہے، یہ واضح ہوچکا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ عاجز کون ہے؟ نادان کون ہے؟ حدیث کے دوسرے حصے میں آپؐ نے اس بارے میں بھی بتادیا ہے۔ فرمایا: ((وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ)) ''کوتاہ اندیش، اور کوتاہ بین وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگائے رکھا، اور اللہ سے امیدیں باندھ لیں۔'' وہ بس یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح دنیا مل جائے۔ دنیا میں آگے سے آگے بڑھ جائے۔ اُسے دنیا کی لذتیں، دنیا کی راحتیں، دنیا کی سہولتیں، دنیا کا status حاصل ہوجائے۔ اور اللہ کے معاملے میں اس نے شیخ چلی جیسے خواب سجا رکھے ہیں کہ مجھے گناہوں سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ بڑا رحیم ہے، معاف کردے گا۔ آخرت میں مجھے کوئی نہ کوئی بچا ہی لے گا، لہٰذا مجھے آخرت کی فکر کی چنداں حاجت نہیں، مجھے تو دنیا کے بارے میں سوچنا ہے کہ یہاں کس طور سے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی کو پرآسائش بناؤں۔ آج پوری اُمت کا (الا ماشاء اللہ) یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝۶ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸﴾ (الانفطار)

''اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے مغرور کردیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تیرے اعضاء کو جوڑ دیا۔''

اگلی آیات میں اس صورتحال پر اللہ نے یوں تبصرہ کیا ہے:

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝۱۱﴾

''نہیں نہیں بلکہ تم جزا کو نہیں مانتے۔ اور بے شک تم پر محافظ ہیں۔ عزت والے اعمال لکھنے والے۔''

تمہارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں آخرت کا یقین نہیں۔ تم جزاوسزا کے دن کی تکذیب کررہے ہو۔ تم اس حقیقت سے غافل ہو کہ اللہ نے تمہارے اوپر نگران بٹھا رکھے ہیں۔ یہ کراماً کاتبین ہیں جو تمہاری ایک ایک چیز نوٹ کررہے ہیں۔ تمہارا ہر عمل اعمال کے رجسٹر میں درج ہو رہا ہے۔ تمہاری زبان سے نکلا ہوا ہر ہر جملہ لکھا جارہا ہے۔ تمہیں روز حساب اپنے ہر قول وفعل کا حساب دینا ہوگا۔

ہمارا دین یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ ہمارا اصل گھر آخرت ہے۔ ہمیں فکر اُس دائمی گھر کی کرنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دنیا کی حقیقت اور اُس کی بے حیثیتی و بے ثباتی اور آخرت کے دائمی اور ابدی ہونے کو مختلف اسالیب میں واضح فرمایا ہے۔ سورۃ الملک میں فرمایا:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (آیت:2)

''اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کے کام اچھے ہیں اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔''

سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷﴾

''جو کچھ زمین پر ہے بے شک ہم نے اسے زمین کی زینت بنادیا ہے، تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں کون اچھے کام کرتا ہے۔''

ایک اور پہلو سے قرآن کہتا ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ﴾

''ہر ذی نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔''

موت کے بعد کیا ہوگا؟ اس بارے میں بھی واضح کردیا گیا کہ

﴿وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ﴾

(آل عمران:186)

''اور تمہیں قیامت کے روز پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

یعنی دنیا میں جو کچھ کیا، آخرت اس کا حساب ہوگا۔ نیکی کی بھرپور جزا اور گناہوں کی اور برائیوں کی بدترین سزا مل کر رہے گی۔

یہ بھی بتادیا کہ وہاں کی دائمی اور ابدی زندگی میں کامیاب کون شخص ہوگا۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ﴾

(آل عمران:185)

''پھر جو کوئی دوزخ سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا۔''

قرآن کامیابی کا ایک ہی معیار دے رہا ہے اور وہ ہے آخرت کی کامیابی، جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے نجات — سمجھدار مسلمان وہ ہے جو اس معیار کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا نقشہ ترتیب دے۔ اگرچہ مسلمانوں سے اللہ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صورت میں وہ انہیں دنیا میں بھی غلبہ و کامرانی عطا فرمائے گا، لیکن اصل مسئلہ دنیا کی کامیابی نہیں، آخرت کی نجات ہے۔ اصل مسئلہ اس عظیم خسارے سے بچنا ہے، جس کی طرف پوری نوع انسانی جارہی ہے۔ دنیا کی کامیابی یا ناکامی تو بذات خود آزمائش ہوتی ہیں۔

سورۃ الانبیا میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵﴾

''ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی سے آزمانے کے لیے جانچتے ہیں اور تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

سورۃ العنکبوت میں دنیا کی زندگی کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ﴾ (آیت:64)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے۔''

اگر اللہ اور آخرت کو بھلا دیا جائے تو پھر دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہی رہ جائے گی، پھر یہ نری کھیل کود اور تفریح گاہ ہوگی۔ آج کا مسلمان غیر مسلموں کی طرح دنیا ہی کا ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ وہ اُسی کو اصل زندگی خیال کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی حیثیت تو ایک تھیٹر کی سی ہے۔ تھیٹر میں مختلف لوگوں کو مختلف کردار دے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص بادشاہ ہے، اور ایک شخص فقیر ہے۔ اب اگر ڈرامے میں بادشاہ بنایا جانے والا شخص یہ سمجھنے لگے کہ میں حقیقی بادشاہ ہوں تو ہر شخص یہی کہے گا کہ اُس کے دماغ میں خلل ہے۔ اس کی دماغی حالت مشکوک ہے۔ دنیاوی زندگی کے عہدوں اور حیثیتوں کا یہی حال ہے۔ ہماری نادانی ہے کہ انہیں اصل سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ تو عارضی ہیں، اور امتحان کے لیے ہیں۔ اگر ایک شخص نے شاہی محل میں آنکھ کھولی

(باقی صفحہ 10 پر)

# موجودہ تشویشناک ملکی حالات میں علمائے حق کا فریضہ

مولانا شیخ الطاف الرحمٰن بنوی

ریاست مدینہ کے بعد تاریخی طور پر دو ہی ملک ہیں جو نظریے کی بنیاد پر وجود میں آئے۔

1۔ پاکستان

2۔ اسرائیل

لیکن ان دونوں کے درمیان بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ اسرائیل کی تأسیس خالص نسلی بنیادوں پر ہوئی جبکہ پاکستان کی تأسیس خالص توحید اور ختمی رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی بنیاد پر ہوئی۔ ان تعلیمات کا ذروۂ سنام یعنی عمدہ ترین اور بلند ترین حصہ حریت اور مساوات انسانی کی وہ عالمگیر سچائی ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ان حقیقت افروز الفاظ سے توجہ دلائی تھی کہ ”لافضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی...... کلکم بنو آدم و آدم من تراب“ یعنی کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ سو تم سرشت و نہاد میں خاکی اور ہو اور کسی خاکی کو دوسرے خاکی پر بذاتِ خود کیا فضیلت اور برتری حاصل ہو سکتی ہے؟ فضیلت کی کوئی وجہ ہے تو وہ انسانی صفات ہیں جن میں سب سے بڑھ کر اپنے رب کی بندگی اور تقویٰ ہے جس کی وجہ سے انسان خالقِ کائنات اور خود انسانوں کے ہاں بھی معزز قرار پاتا ہے۔ ”اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط“ (الحجرات:13) اور ”خیر کم احسنکم اخلاقاً“ یعنی ”تم میں اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ دار (حاملِ بندگی) ہے“ اور ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق یعنی صفات اچھی ہوں۔“

اس مختصری تمہید کے بعد اب اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کے مسلمانوں نے جان، مال اور آبرو کی جو لرزہ خیز قربانیاں دی تھیں وہ کسی مادی اور جسمانی مفاد کے لیے ہرگز نہ تھیں بلکہ بہار آفریں ایمانی زندگی کی فضا اور ماحول حاصل کرنے کے لیے تھیں۔ مٹھی بھر سیکولر مزاج اور روشن خیالوں کو چھوڑ کر پاکستانی مسلمانوں کی عظیم اکثریت آج بھی اسی خواب کی تعبیر تلاش کرنے میں سرگرداں ہے اور اسی فردوسِ گم گشتہ کی حسرتوں میں فریاد کناں اور مصروفِ فغاں ہے؟

اس میں شک نہیں کہ مادہ پرستی کے طوفان نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پاکستانی بھی انسان ہیں۔ چنانچہ وہ بھی اس طوفان کے اثرات سے بچے ہوئے ہرگز نہیں ہیں، لیکن یہ کہنا سو فیصد غلط ہے کہ ان میں دینی روح اس حد تک پامال ہے کہ وہ پاکستان کے مقصد وجود کو نسیاً منسیاً بھول چکے ہیں۔ اس کی بہت واضح نقد دلیل یہ ہے کہ پاکستان میں ملکی وسائل کی ظالمانہ تقسیم اور حکمرانوں اور اُن کے حاشیہ نشینوں کی لوٹ کھسوٹ دیکھ دیکھ کر اُن کا خون کھولتا ضرور ہے۔ وہ ملکی سلامتی اور قومی غیرت وحمیت کے علی الرغم حکمرانوں کی غلامانہ پالیسیوں پر آخری درجے تک نالاں ہیں، اگرچہ عام طور پر قانون کو ہاتھ میں لے کر افراتفری پیدا کرنے سے گریزاں ہیں۔ لیکن جونہی نبی علیہ السلام کے دامن حرمت و ناموس پر ذرا سا داغ دھبہ لگنے کا اندیشہ پیدا ہو تو سر پر کفن باندھ کر بلا خوف ”لومۃ لائم“ میدان میں اترتے ہیں اور آناً فاناً سب کچھ داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں جب کبھی قومی سطح پر کوئی تحریک چلی ہے گو سیاستدانوں کی اغراض کچھ بھی ہوں عام مسلمانوں کو حرکت دینے کے لیے اسلام کے نام کو استعمال کیا گیا ہے۔ محض دنیاوی اغراض کے حوالے سے پاکستان کی چونسٹھ سالہ تاریخ میں کوئی مؤثر تحریک منظم نہیں ہو سکی ہے۔ کیا اب بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ پاکستان کے مسلمان اسلام سے لاتعلق ہو چکے ہیں اور اس نام سے اُن کو پکارنا لاحاصل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارا اخلاقی زوال ناگفتہ بہ حد تک پہنچا ہوا ہے اور ہماری اکثریت ضروری انسانی اخلاق سے بھی تہی دامن ہو چکی ہے لیکن اس میں بھی عوام سے زیادہ خواص کا حصہ ہے۔ ہمارے ہاں کے مقتدر طبقات میں قومی امانت و دیانت کا کوئی نمونہ موجود نہیں ہے۔ عوام الناس سب سے زیادہ انہیں کے رویوں اور برتاؤ سے زندگی کے نقشے لیتے ہیں۔ سو اگر حکمران ملکی معاملات میں بدترین زبوں حالی کا شکار ہوں تو عوام کے اندر ایثار و قربانی کی خصلتیں کہاں سے پیدا ہوں گی۔ ”اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ“ کا مقولہ ایسی ہی صورتحال کے لیے بولا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ کا یہ مبنی بر حقیقت قصہ بہت مشہور ہے کہ اموی خاندان کے مشہور حکمران ولید بن عبدالملک بڑی بڑی اور خوبصورت عمارات کا بہت دلدادہ تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اسی نہج پر سوچتا تھا اور خوبصورت عمارات بناتا تھا۔ چنانچہ اسی کے زیر اثر پورے ملک میں یہی ذوق عام ہو گیا تھا اور نئے نئے نقشوں اور ڈیزائنوں پر گفتگو ہوتی تھی۔ ان کے بعد ان کا بھائی سلیمان بن عبدالملک بادشاہ بنا، اُن کو عورتوں سے خاص شغف تھا۔ چنانچہ اُن کے دور حکومت میں دو آدمی ملتے تو یہی موضوع زیر بحث رہتا، تمہاری کتنی بیویاں ہیں؟ کس کس خاندان کی ہیں؟ آگے کتنی شادیاں رچانے کا ارادہ ہے؟ ان کے بعد ان کے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے تو چونکہ وہ ایک متقی اور پارسا مزاج آدمی تھے، عبادات و ریاضات اور شب خیزی کی لذتوں سے آشنا تھے۔ چنانچہ پورے ملک میں یہی رجحان بڑھتا رہا اور لوگوں کی دلچسپیاں اسی طرف مبذول ہونے لگیں۔ الحاصل، یہ ایک گہری نفسیاتی حقیقت ہے کہ حکمرانوں کے اطوار عوامی اطوار کی سمت متعین کرنے میں بہت زیادہ دخیل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہماری قومی اخلاقی دگرگونی کے سب سے بڑے اور اولین ذمہ دار ہمارے حکمران ہیں اور جب تک حکمرانی کے منصب پر خدا ترس اور پاکباز لوگوں کا تقرر نہ ہو، ملکی حالات میں بہتری کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔

ہمارے حکمران نہ صرف یہ کہ ذاتی طور پر

جوہرِ انسانیت سے خالی ہیں بلکہ ملک وملت کے ساتھ ان کی وفاداریاں بھی سخت مشکوک ہیں۔ کیا کوئی خود دار آدمی بقائمی ہوش وحواس یہ کرسکتا ہے کہ بدترین دشمنوں کو ملک کے طول وعرض میں کھلم کھلا طور پر ایسی کارروائیاں کرنے دے جو قانونی طور پر جرم گردن زدنی قرار پاتی ہیں؟ وہ ملک میں پھیلے ہوئے قیمتی معدنی ذخائر اور توانائی کے وسائل سے کوئی فائدہ اُٹھانے نہیں دیتے اور ناگزیر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دشمنوں کو خوش کرنے اور اپنی کمیشنوں کی گنجائش نکالنے کے لیے بیرونی کمپنیوں سے معاہدے پر معاہدے کرتے ہیں اور ملکی مستقبل کو مزید تاریک بنانے کے لیے دشمنوں کے منصوبوں میں امداد فراہم کرتے ہیں۔ حساس قسم کے باخبر لوگ اس صورت حال پر خون کے گھونٹ پیتے ہیں لیکن اس کا کوئی تدارک نہیں کرپاتے۔

ہماری صحافتی برادری مسلمان ضرور ہے لیکن وہ بھی ملکی حالات اور واقعات کی منظر نگاری میں اکثر و بیشتر خالص اسلامی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عام طور پر مغربی سیکولر طرزِ فکر کے مطابق سوچتی اور لکھتی ہے۔ اس کے باوجود مقتدروں کی بدعنوانیوں کی بابت ان کا قلم چلتا رہتا ہے اور بہت سے ایسے واقعات سے پردہ اُٹھا دیتی ہے جو عام لوگوں کے لیے ناقابل یقین انکشافات کا درجہ رکھتے ہیں۔ سو اس کی روشنی میں بھی دیکھیں تو حکمرانوں کا مسخ شدہ حلیہ نیندیں اُڑانے کے لیے بالکل کافی شافی ہے۔

اندریں حالات اصلاح کی غرض سے کسی طبقے کی طرف اگر نگاہ اُٹھتی ہے تو وہ مجموعی طور پر وہ علمائے حق ہیں جن کا وجود نفسانفسی کے اس عالم میں بھی عنقا ہرگز نہیں۔ پاکستان کے ہر مکتبۂ فکر میں ظاہر ہے کہ دین فروشوں کی بھی کوئی کمی نہیں لیکن ہر کہیں وہ علماء موجود ہیں جو ملت اسلامیہ پاکستانیہ کے مصائب وتکالیف سے بے فکر اور بے پرواہ ہرگز نہیں۔ ایسے لوگ چونکہ کوئی سیاسی عزائم نہیں رکھتے ہیں لہٰذا وہ درد وکڑھن کے باوجود اصلاح احوال کا کوئی کھلا دریچہ نہیں دیکھتے۔ ایسے ہی علماء وصلحا کی بے داغ سیرت وکردار سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر وہ سیاست کے موجودہ دھکم پیل میں خالص قوم وملت کی بھلائی کی خاطر ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کریں جس کی سوائے اس کے کوئی غرض و غایت نہ ہو کہ پاکستان میں بے آمیز شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو اور مروجہ مغربی جمہوری سیاست سے دامن بچاتے ہوئے ملکی سطح پر احتجاجات کا اہتمام ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے پوری پوری اُمید ہے کہ اخلاص وایثار کی اس مہم کو بے اثر نہیں ہونے دے گا۔ ''ہمت مرداں مددِ خدا'' کا محاورہ ہر دور میں اپنی معنویت منوا چکا ہے۔ گو اس قسم کی جدوجہد بے غرض لوگوں کے لیے دشوار ترین کام ضرور ہے لیکن میرے خیال میں اب اس عمل سے خلاصی ہرگز نہیں کہ منزل کے دیگر تمام راستے بند ہیں۔ اسی گھاٹی سے ہو کر منزل کا سراغ ملنا ممکن ہے اور اہل علم کو معلوم ہے کہ جب کسی ضروری کام کے کرنے کا ایک ہی راستہ کھلا ہو اور باقی سب بند ہوں تو اس راستے پر چلنا واجب ہو جاتا ہے اور نہ چلنا خدا تعالیٰ کی ناراضی اور مستوجب سزا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا صحیح فرض اور اس کو بجالانے کا فہم اور ہمت عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

**حرف شیریں**

## 'من کی دنیا مصطفیٰؐ کی پیروی'

**مرزا اخرم بیگ**

تن کی دنیا بے قراری ، بے کلی
من کی دنیا جس سے زندہ ہر خوشی
تن کی دنیا حسرتِ مستور و زر
من کی دنیا لذتِ حق چاکری
تن کی دنیا اِک طلسمِ جاوداں
من کی دنیا میں شکستِ سامری
تن کی دنیا بوجہل و بو لہب
من کی دنیا آلِ یاسر و بو ذری
تن کی دنیا فقط ہوسِ سلطنت
من کی دنیا ہے حسین ابنِ علی
تن کی دنیا اک جہانِ بے عمل
من کی دنیا مصطفیٰؐ کی پیروی


**khilafat forum**

☆مشرق وسطیٰ میں عوام کے احتجاج نے بعض مردانِ آہن کو زمین بوس کر دیا ہے اور بعض عوامی بے چینی کی لہر کا فولادی پنجہ سے جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا پاکستان میں بھی عوامی بے چینی کی یہ لہر در آئے گی؟

☆ہوش ربا گرانی، کرپشن، اقربا پروری اور بیڈ گورننس نے پاکستان میں عوام کی زندگیاں اجیرن کر رکھی ہیں۔ اپوزیشن ہی نہیں خود حکمران بھی انقلاب اور خونی انقلاب کی وعید سنا رہے ہیں۔ ایسا انقلاب کیا رنگ دکھائے گا؟

☆65 سال میں دعوت وتبلیغ کے وسیع کام کے باوجود اور مذہبی سیاسی جماعتوں کے نفاذِ اسلام کے منشور کے ساتھ انتخابات میں حصہ لینے کے باوجود اسلامی نظام کا قیام ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔ ان سب کوششوں کے باوجود اسلامی نظام کیوں قائم نہ ہوسکا؟

☆اگر مذکورہ بالا تمام طریقوں سے پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا نہیں ہوسکا تو پھر آخر پاکستان میں نظام عدل اجتماعی کیسے قائم ہوگا۔

**ان سوالات کا جواب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی زبانی سنئے!**
**تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' پر**

تجزیہ کار: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
میزبان: کامران زاہد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بسلسلۂ آنحضور ﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل (۷)

# خاتم النبیین ﷺ کا مشن اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

امت محمدیہؐ کے پانچ ادوار سے متعلقہ اس حدیث میں بیان کردہ چار ادوار سے اُمت گزر چکی ہے۔ اس وقت ہم چوتھے اور پانچویں دور کے درمیان کھڑے ہیں۔ چوتھا دور یعنی دورِ استعمار ایک اعتبار سے ختم ہو چکا ہے کہ مسلم خطوں سے انگریز چلے گئے، فرانسیسی چلے گئے، اٹالینز اور ولندیزی وغیرہ چلے گئے۔ لیکن ایک اعتبار سے اب از سرِ نو پوری نوعِ انسانی پر ایک نیا مالیاتی شکنجہ کسا جا رہا ہے۔ یہ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک، ملٹی نیشنلز اور TRIPS کا شکنجہ ہے۔ یہ شکنجہ مغرب کا ہے جو شیطان اور یہودیوں کے دام میں پھنسا ہوا ہے۔ برسرِ میدان قیادت تو امریکہ کی ہے، مگر اُس کے پیچھے اصل طاقت اور منصوبہ ساز یہود ہیں۔ یہودی چاہتے ہیں کہ اپنے مالیاتی شکنجے میں پوری دنیا کو کس لیں جبکہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا پر ہمارا قبضہ مکمل ہو جائے۔ صیہونیوں کا اپنا مخصوص پانچ نکاتی ایجنڈا ہے جو درج ذیل ہے۔

1۔ اُن کے بقول ''شر کی قوتوں'' کے خلاف عظیم جنگ ہونی چاہیے، جسے اُن کے مذہبی لٹریچر میں آرمیگاڈان کا نام دیا گیا ہے۔

2۔ آرمیگاڈان کے نتیجے میں گریٹر اسرائیل قائم ہونا چاہیے۔

3۔ پھر مسجد اقصیٰ اور گنبد صحرہ کو گرا دینا چاہیے۔

4۔ مسجد اقصیٰ کی جگہ تھرڈ ٹمپل بنایا جائے جو 100 ق م میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا مگر بعد ازاں بخت نصر نے اُسے تباہ کر دیا۔ پھر اُس کی دوبارہ تعمیر کی گئی، مگر 70ء میں اُسے ٹائٹس رومی نے برباد کر دیا تھا، تب سے یہ آج تک گرا پڑا ہے۔

5۔ تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنے کے بعد اُس میں تختِ داؤدی لا کر رکھ دیا جائے۔ یہ ایک پتھر ہے جس پر بٹھا کر حضرت داؤد علیہ السلام کی تاج پوشی کی گئی تھی۔ بعد ازاں اِس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاج پوشی کی گئی اور اسے ہیکل سلیمانی میں رکھا گیا۔ جب ٹائٹس نے یروشلم کو تاراج اور ہیکل سلیمان کو برباد کر دیا تو واپس جاتے ہوئے وہ اِس پتھر کو اپنے ساتھ روم لے گیا۔ روم سے یہ پتھر آئرلینڈ، وہاں سے سکاٹ لینڈ اور وہاں سے انگلینڈ لایا گیا، اور یہاں پارلیمنٹ کے سامنے واقع چرچ میں رکھ دیا گیا اور ایک کرسی میں فٹ کر دیا گیا۔ اِسی کرسی پر تمام انگریز بادشاہوں کی تاج پوشی ہوتی ہے۔

صلیبی و صیہونی ایجنڈا بتدریج آگے بڑھے گا اور پھر جنگوں کا وہ دور آئے گا جس کی پیشین گوئیاں احادیث میں کی گئی ہیں۔ پھر حضرت مہدی آئیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور پھر وہ دور آئے گا کہ عالمی سطح پر اسلام کا نظام قائم ہوگا اور تب یہ نظام گلوبل ہوگا۔ اسی کی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ((اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا، وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا)) [صحیح مسلم]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے پوری زمین کو لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھا دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لیے اور تمام مغرب بھی۔ اور یقین رکھو کہ میری اُمت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھائے گئے۔''

ایک اور روایت میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَذُلِّ ذَلِیْلٍ ——— اِمَّا یُعِزُّھُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَیَجْعَلُھُمْ مِنْ اَھْلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا)) ——— قُلْتُ: ''فَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ'' (رواہ احمد)

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ (یعنی) یا لوگ اسلام قبول کر کے خود بھی عزت کے مستحق بن جائیں گے یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی فرماں برداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' میں (راوی) نے کہا: تب تو سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا۔

اسی دور کا نقشہ اقبال نے اپنے اشعار میں یوں کھینچا ہے۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہوجائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!!

یہ بات بھی واضح ہو کہ اگرچہ پوری دنیا میں بالآخر اسلام کا غلبہ ہو جائے گا، مگر اس سے پہلے ہم پر بڑا سخت اور کڑا وقت آنے والا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے کوڑے برسنے والے ہیں۔ عالم عرب پر تو خاص طور پر اللہ کا کوڑا برسے گا۔ اس لیے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہوئی۔ اللہ نے ان کو بہت اونچا مقام

دیا، کہ انہی میں سے حضورﷺ کی بعثت ہوئی۔ حضورﷺ عربی النسل تھے۔ اب اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کی زبان میں اللہ کا کلام موجود ہے۔ مگر اس تمام تر فضیلت کے باوجود انہوں نے زمین پر بھی اللہ کا دین نافذ نہیں کیا۔ عربوں میں سے بعضوں نے امریکہ کو اپنا قبلہ و کعبہ بنالیا اور بعضوں نے روس کو اپنا امام بنالیا، مگر اسلام کی طرف کسی نے بھی پیش قدمی نہیں کی۔ لہٰذا یہ اللہ کی طرف سے شدید سزا کے مستحکم ہیں۔ اس کی خبر بھی حضورﷺ نے دے رکھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ((وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ)) ’’تباہی و بربادی ہے عربوں کے لیے اس شر سے کہ جو قریب آچکا ہے۔‘‘ عربوں کے بعد سب سے بڑے مجرم ہم پاکستانی مسلمان ہیں۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ ہم نے اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں کہ خدایا ہمیں انگریز کی غلامی سے نکال اور ہندو کی غلامی میں جانے سے بچا۔ قیام کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں تھی، ہماری کوئی حیثیت نہیں تھی کہ پاکستان بناسکتے۔ کوئی ہمارا پشت پناہ نہیں تھا۔ برطانوی حکومت ہمارے سخت خلاف تھی۔ ماؤنٹ بیٹن گاندھی کا چیلا تھا اور قائداعظم محمد علی جناح سے شدید نفرت کرتا تھا۔ پھر یہ کہ معاشی طور پر ہم کمزور تھے۔ تجارت پر ہندو قابض تھے۔ بڑے بڑے صنعت کار وہی تھے۔ تعلیم میں بھی وہ ہم سے بہت آگے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے ہمیں یہ ملک دیا، تاکہ دیکھے ہم آزاد وطن حاصل کرکے کیا کرتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام، ہم پر تو آپؑ کے آنے سے پہلے بھی ظلم ہورہے تھے اور اب بھی ہورہے ہیں، ہمارا حال تو نہیں بدلا۔ اس پر آپؑ نے فرمایا:

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾﴾ (الاعراف)

’’تمہارا رب بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور اس کی بجائے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنادے گا پھر دیکھے گا تم کیا کرتے ہو۔‘‘

ہمیں بھی بطور امتحان یہ ملک عطا کیا گیا تھا، تاکہ اللہ دیکھے کہ ہم اُس سے کیے گئے نفاذ اسلام کے وعدے کو پورے کرتے ہیں یا نہیں۔ افسوس کہ 63 سال سے ہم حالت امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس ملک میں اسلام نافذ نہیں کیا۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ لینے سے تو بات نہیں بنتی، اسلام کا نظام عدل اجتماعی کہاں ہے۔ ٹھیک ہے، ملک میں نماز روزے والا اسلام کسی قدر موجود ہے، مگر وہ تو ہر جگہ ہے۔ وہ تو ہندوستان میں بھی ہے۔ وہ تو امریکہ و برطانیہ میں بھی ہے۔ اسلام کا وہ نظام عدل اجتماعی کہاں ہے جس میں قوم کا آقا اس کا خادم ہوتا ہے، جہاں حکمران راست باز اور امین ہوتے ہیں۔ یہاں تو ’’سید القوم‘‘ ظالم و جابر ہیں، سب سے بڑے جھوٹے ہیں، سب سے زیادہ وعدہ خلافی کرنے والے ہیں، سب سے بڑے غبن کرنے والے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نفاذ اسلام کے وعدے سے منحرف ہوکر ہم بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہوچکے ہیں، اسی طرح جس طرح عرب اسلام سے پہلوتہی کرکے عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

اگرچہ اس وقت اسلام کے تعلق سے پاکستان کی صورتحال اچھی نہیں ہے۔ تاہم بالآخر حالات ضرور بدلیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ایک خاص منصوبے کے تحت معرض وجود میں لایا ہے۔ بالآخر یہیں سے اسلامی خلافت کا آغاز ہوگا۔ میرے اس یقین کی بنیاد آپؐ کی یہ حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِيِّ يَعْنِيْ سُلْطَانَهٗ))

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ’’کچھ لوگ (عرب کے) مشرق سے نکلیں گے۔ وہ لوگ گویا مہدی کی سلطنت جمادیں گے۔‘‘

اب ظاہر ہے، پاکستان عرب کے مشرق میں ہے۔ پھر یہ کہ ہم ہی نے تحریک پاکستان کے دوران نعرہ لگایا تھا کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ۔‘‘ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کا نظام عدل سب سے پہلے یہاں قائم ہوگا اور پھر یہاں سے حضرت مہدی کی حکومت قائم کرنے کے لیے فوجیں جائیں گی۔ اس لیے کہ عربوں میں دم خم نہیں رہا۔ دولت اور عیاشیوں نے انہیں کھوکھلا کردیا ہے۔ لہٰذا ان میں یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ کفر کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور یہودیوں سے جنگ کرسکیں۔ اگر وہ یہ ہمت کرسکتے تو اسرائیل کو کب کا اُٹھا کر باہر پھینک دیا ہوتا۔ علامہ اقبال نے نہ جانے کس جذب کی کیفیت میں یہ شعر کہا تھا۔

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیٔ دور و دراز آید بروں

آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ وادی کون سی ہے جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ وادی سندھ ہے، اور اس میں صرف صوبہ سندھ شامل نہیں، بلکہ پورا پنجاب اور افغانستان کا مشرقی اور انڈیا کا مغربی حصہ شامل ہے۔ اس وادی میں سب سے پہلے اسلام قائم ہوگا، اور پھر یہاں سے مہدی کی سپورٹ کے لیے فوجیں جائیں گی۔ لیکن نفاذ اسلام کے لیے عملی جدوجہد تو ہمیں کرنی ہوگی۔ اسلام تو غالب ہونا ہے۔ ہمارے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ہم حضورﷺ کے سچے امتی ہیں تو اس ضمن میں ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ ہمیں اس معاملہ میں کیا کام کرنا ہے۔ ہمارے ہاں جب حضورﷺ کی سیرت پر جلسے ہوتے ہیں تو آپؐ کی زلفوں کی تعریف ہوتی ہے۔ آپؐ کی آنکھوں کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ شاعر نے یہ جو نعت کہی ہے وہ بڑی پاکیزہ اور عمدہ نعت ہے۔ اس میں عقیدت کا بہت عمدہ مظاہرہ بھی ہے اور کوئی غلو بھی نہیں۔

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپؐ کا حسن و جمال، آپؐ کے کمالات، آپؐ کی دلآویز شخصیت یہ وہ چیزیں ہیں جو سب کو معلوم ہیں اور یہ ہر جگہ بیان ہوتی ہیں، مگر یہ بات بہت کم بیان ہوتی ہے کہ آپؐ نے کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں۔ آپؐ نے خود فرمایا کہ جتنی تکلیفیں دوسرے انبیاء کو ہوئی ہیں، اتنی تنہا میں نے برداشت کیں۔ اس بات کا تذکرہ نہیں ہوتا کہ شعب بن ابی طالب کی محصوری کے دوران امام الانبیاءﷺ اور آپؐ کے خاندان پر کیا گزری۔ سفر طائف کے دوران آپؐ پر کس طرح پتھراؤ کیا گیا اور کس طرح آپؐ کا جسم اطہر لہولہان ہوگیا۔ میدان احد میں کس طرح آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں اور اتنا خون بہا ہے کہ آپؐ بے ہوش ہوکر گر گئے اور یہ خبر پھیل گئی کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا ہے۔ غزوۂ احزاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

اپنے پیٹوں پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے، یا رسول اللہ! اب تو ہمارے لیے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ دیکھیے، ہم نے پتھر باندھ کر اپنے پیٹوں کو چادر سے کس کر اپنے آپ کو کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنا کرتہ اُٹھا کر دکھایا تو آپؐ کے جسم اطہر پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ آپؐ کو یہ تمام تکلیفیں غلبۂ دینِ حق کے مشن میں اُٹھانا پڑیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کو بنی اسرائیل آپؐ سے زیادہ پیارے تھے کہ ذرا بھوک لگی تو اُن پر من وسلویٰ اتار دیا۔ دھوپ لگی تو اوپر بادلوں کا سائبان کر دیا۔ پیاس لگی تو پتھر سے 12 چشمے جاری کر دیے۔ ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا مقام تو یہ ہے کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ رسول خدا ﷺ کو آزمائشوں اور امتحانات سے اس لیے گزارا گیا، تاکہ آپؐ کی سیرت امت کے لیے نمونہ بنے۔ اللہ چاہتا تو حضور ﷺ کے پاؤں مبارک میں کانٹا تک نہ چبھتا اور انقلاب آ جاتا۔ آپؐ محبوب رب العالمین تھے۔ کون یہ چاہے گا کہ اپنے محبوب کے پاؤں میں کانٹا چبھا ہوا دیکھے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی کر سکتا تھا کہ آپؐ کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچتی اور دین غالب ہو جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے کہ اللہ نے اپنے رسول کو امت محمدیہ کے لیے نمونہ بنانا تھا، جس نے بعد میں شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرنا تھا۔ راہِ حق میں آپؐ پر تکالیف اس لیے آئیں، تاکہ آپؐ کی اُمت پر حجت قائم ہو جائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ اس راہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑے گا، جیسے حضور ﷺ نے بھوک پیاس برداشت کی اور ہر طرح کے مصائب و آلام سے گزرنا ہوگا، پھر جا کر اللہ کی مدد آئے گی۔ اظہارِ دینِ حق کے مشن میں آپؐ کے سینکڑوں صحابہ ؓ کو جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ فلسفہ یہی تھا کہ یہ کام یونہی نہیں ہو جائے گا۔ اس راہ میں قربانیاں دینی پڑیں گی۔ نبی کے ہاتھوں اللہ نے جزیرہ نمائے عرب میں اپنے دین کو غالب کر دیا۔ آپؐ نے قرآن کی دعوت بھی پہنچادی اور جزیرہ نمائے عرب کی حد تک غلبہ دین کا مشن بھی مکمل فرما لیا۔ اب اس مشن کی تکمیل امت مسلمہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ غلبہ دین کا یہ کام کیسے ہوگا؟ اس کا طریق کار کیا ہے؟ اس پر آئندہ نشست میں گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

## بقیہ: منبر و محراب

اور ہر طرف دولت کے انبار دیکھتا ہے، اور کسی دوسرے نے جھونپڑی میں آنکھ کھولی، اور اُس کے ہاں فقر ہے اور افلاس ہے، تو یہ سب آزمائش کے طور پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو دولت، شہرت، اقتدار اور صحت دے کر آزماتا ہے اور کسی سے یہ چیزیں چھین کر اُس کا امتحان لیتا ہے۔ دنیا کی یہ کیفیات حقیقی کامیابی یا ناکامی نہیں۔ حقیقی عزت اور کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، اور اصل ناکامی وہاں کی ناکامی ہے۔ دنیا کی نعمتوں کا آخرت کی نعمتوں سے کوئی مقابلہ نہیں۔ آخرت میں اللہ کے نیک بندوں کو وہ نعمتیں ملیں گی کہ جو انہوں نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ دیکھی ہوں گی، نہ اُن تک کبھی اُن کے تخیل کی رسائی ہوئی ہوگی۔ ہمارے لیے اصل نعمتیں تو وہاں کی نعمتیں ہیں، مگر افسوس کہ ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین نہیں۔ ہم اسی دنیا میں گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی کو حقیقی زندگی اور یہاں کے نفع و نقصان کو اصل سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ زندگی تو دھوکہ اور سراب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پانی نہ دیتا۔''

اللہ کے معاملے میں ہم طولِ امل کا شکار ہیں۔ یہ خوش خیالی ہے کہ وہ معاف کر دے گا۔ وہ نقطہ نواز ہے۔ ہم جو کچھ بھی کریں اللہ کو راضی کر لیں گے۔ کہیں نہ کہیں تو ہم نے خیر کا کام بھی کیا ہے۔ نہیں تو کچھ عمرے کیے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آخرت سے یکسر غافل ہیں اور اُس کے لیے ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہیں۔ ہاں دنیا کے معاملے میں بے حد محتاط ہیں، اور اس کے لیے کوئی رسک لینا ہمیں منظور نہیں، حالانکہ دنیا میں آدمی کو وہ ضرور ملنا ہے جو اللہ نے مقدر کر دیا۔ تلاشِ معاش کا انکار نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اہمیت کس چیز کو حاصل ہے۔ ہم نے ترجیح کس کو دی ہے۔ کس کو اصل زندگی سمجھا اور کس کو ثانوی حیثیت دی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعلیٰ میں شکوے کے سے انداز میں فرمایا ہے:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾

''بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فکرِ آخرت عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]


النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیشِ نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکیج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

# ”پاکستان کے مسائل کا حل: موجودہ جمہوریت یا حقیقی انقلاب؟“

## تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

رپورٹ: عبدالرؤف

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ”پاکستان کے مسائل کا حل موجودہ جمہوریت یا حقیقی انقلاب؟“ کے عنوان سے ایک سیمینار 23 مارچ 2011ء بروز بدھ صبح 10 بجے اسلام آباد ہوٹل اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ سیمینار کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد آیات قرآنی کا ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔

### خالد محمود عباسی — نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

سیمینار کے پہلے مقرر نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان خالد محمود عباسی تھے۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک نازک موڑ سے گزر رہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ہمارے پڑوس میں ایمانی جذبوں سے شاندار مزاحمت کی تاریخ رقم کی جارہی ہے۔ عرب ممالک میں بھی حالات نے کروٹ لی ہے اور عوام میں بیداری کی لہر آ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ ملک میں تبدیلی آئے، لیکن طریقہ کیا ہو، اس سے نہ تو عوام واقف ہیں اور نہ ہی خواص۔ سیرت کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو نظام دیا وہی کامل نظام زندگی تھا، جس کی تلاش میں آج انسانیت بھٹک رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو نظام عطا فرمایا، اس پر خلفائے راشدین نے پوری طرح عمل کر کے دکھایا جبکہ والٹیر، روسو اور مارکس نے جن نظاموں کا خواب دیکھا تھا ان کے جانشین اُن کے نظریات کے مطابق ان کا نفاذ نہ کرسکے۔ البتہ ان انسانی کاوشوں کے نتیجے میں امت مسلمہ کو بھی اپنا بھولا ہوا سبق یاد آیا کہ وہ بھی اسلامی نظام قائم کریں۔ برصغیر کے مسلمانوں میں علامہ اقبال نے یہ شعور بیدار کیا کہ ہماری اصل منزل خلافت کا نظام ہے۔ اسی بنیاد پر تحریک پاکستان چلی اور پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ مگر افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد ہم نفاذ اسلام کے مشن سے منحرف ہوگئے۔ چنانچہ تمام قربانیوں کے باوجود اللہ کا دیا ہوا نظام نافذ نہ ہوسکا۔ آج ہم جس کیفیت سے گزر رہے ہیں اِس میں انقلاب کی باتیں تو ہورہی ہیں لیکن صحیح لیڈر شپ، تربیت یافتہ کارکن اور صحیح منہج نہ ہونے کی وجہ سے ہم منزل سے بہت دور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک صحیح رخ پر محنت نہیں ہوگی، حقیقی انقلاب نہیں آسکے گا۔

### محمد اکرام چودھری — سابق صدر سپریم کورٹ بار

سیمینار کے دوسرے مقرر محمد اکرام چودھری تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہر سال 23 مارچ کا دن یوم پاکستان کے طور پر مناتے ہیں لیکن ہم 23 مارچ کی اصل حقیقت سمجھنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ جو پاکستان 1947 کو قائم ہوا تھا، وہ ہماری نالائقیوں کی وجہ سے 1971ء میں دولخت ہوگیا، جس پر اندرا گاندھی کو کہنا پڑا کہ دوقومی نظریہ ہم نے خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ مگر ہم نے تاریخ سے بھی کوئی سبق نہ سیکھا۔ انہوں نے کہا کہ لیڈر شپ کے بحران نے ہمیں خوفناک حالات سے دوچار کردیا۔ ہماری زبوں حالی اور بحران کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے غیر ملکی طاقتوں کے ایجنٹ ہی پیدا کیے لیکن کسی بھی اسلامی ملک میں صحیح لیڈر نہ پیدا کرسکے۔ ہمارے تمام حکمران یورپ اور امریکہ کے ایجنٹ اور سپانسرڈ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک کسی نظام کے اندر محاسبے کا عمل جاری نہیں ہوگا اور عدلیہ آزاد نہیں ہوگی خواہ جمہوریت ہو یا خلافت وہ نظام صحیح رخ پر کام نہیں کرسکے گا۔ اس لیے ہمیں آئندہ انتخابات میں ایماندار لوگوں کو منتخب کرنے کے لیے ووٹ ڈالنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ریمنڈ ڈیوس کی رہائی میں ہماری تمام سیاسی اور فوجی قیادت ملوث ہے، جو انتہائی شرمناک بات ہے۔ اب ہمیں امریکہ کے سامنے کھل کر بات کرنی ہوگی ورنہ ہمارے ساتھ بھی امریکہ وہی کرے گا جو دوسرے ممالک میں اپنے ایجنٹوں کے ساتھ کر رہا ہے۔

### جنرل (ر) شاہد عزیز خان — دفاعی تجزیہ کار

تیسرے مقرر جناب جنرل (ر) شاہد عزیز خان تھے۔ انہوں نے انتہائی محنت سے تیار کیے گئے مقالہ میں اپنے الفاظ کو اس طرح زبان دی کہ آج ہم انفرادی سطح پر بھی ہر قسم کے گناہوں اور برائیوں میں ملوث ہیں اور اجتماعی اور ریاستی سطح پر بھی امریکہ کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ حکومت کے ساتھ فوج بھی اس جرم میں شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سالہا سال سے تنزل کی طرف جارہے ہیں۔ ہمیں منزل اسی صورت ملے گی جب ہم ایک خود مختار اور عادلانہ نظام پر مبنی اسلامی ریاست قائم کرلیں گے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ کرپٹ جمہوری نظام سے کسی خیر کی توقع نہیں، کیونکہ یہ سارا نظام قرآن کے خلاف چل رہا ہے۔ اس کے متبادل کے طور پر پرویز مشرف نے جو فوجی نظام قائم کیا، میں بھی اس ظالمانہ نظام کا حصہ رہا ہوں لیکن اب وہ نظام بھی تلپٹ ہوچکا ہے۔ اب تبدیلی اگر آئے گی تو صرف انقلابی طریقے پر آئے گی، کیونکہ دنیا کے تمام جمہوری نظام بوسیدہ ہوچکے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں لوگوں کو سڑکوں پر لانے سے پہلے اُن کے ذہنوں میں انقلاب لانا ہوگا۔ عوام کو متحرک کرنے کے لیے تمام سیاسی و مذہبی تنظیموں کو باہر نکل کر کام کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب کو مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام ہی ہمارا تحفظ ہے اور اسی سے ہمیں انصاف ملے گا۔ اگر ہم سنجیدہ کوشش کریں تو یہ بہترین عادلانہ نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔

### جنرل (ر) حمید گل — سابق سربراہ آئی ایس آئی

اپنے خطاب میں جنرل (ر) حمید گل نے کہا کہ قرارداد مقاصد ہمارے آئین کا حصہ ہے۔ یہ اسلامی نظام کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ ہم اہل پاکستان کی اصل پہچان اسلام اور اسلامی نظام سے ہے، جو عادلانہ نظام ہے۔ پاکستان صرف ایک خطۂ زمین نہیں ہے بلکہ قائداعظم کے الفاظ میں یہ ایک لیبارٹری ہے جس میں ہم کو اسلام کے نفاذ اور قیام کا تجربہ کرنا ہے۔ جنرل حمید گل نے کہا کہ امریکہ نے افغانستان پر القاعدہ یا اسامہ کے لیے حملہ نہیں کیا بلکہ روس کی شکست کے بعد اس پر واضح ہوچکا تھا کہ اب ہمارا اصل مقابلہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اُس نے اسلامی ریاست اور نظام کے خاتمے کے لیے یہ حملہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا اب گلوبل ویلیج بن چکی ہے جو ایک نئے نظام کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ عادلانہ نظام صرف اور صرف قرآن وسنت فراہم کرتے ہیں۔ انسان

کا بنایا ہوا کوئی بھی قانون انسانیت کی تشفی نہیں کرسکتا۔ ہمیں آپس میں متحد ہوکر بیرونی جارحیت کے خلاف جہاد کرنا ہوگا، کیونکہ امریکہ نے ایک طرف افغانستان میں کھلی جنگ شروع کی ہے جبکہ دوسری جانب وطن عزیز پاکستان میں ریمنڈ ڈیوس اور اپنے دیگر ایجنٹوں کی مدد سے خفیہ جنگ شروع کر رکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں امریکہ کو شرمناک شکست ہو چکی ہے۔ 2012ء تک امریکہ افغانستان سے بھاگ جائے گا۔ اس صورتحال میں ہمیں اپنے ملک کے اندر جمہوریت کی شکل میں جنم لینے والے تضاد اور آئینی منافقت کو ختم کرتے ہوئے اسلامی قانون کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ یہ جدوجہد نوجوان ہی کریں گے، لیکن انہیں باہر بیٹھے ہوئے نام نہاد سیاستدانوں کے ہاتھ ہائی جیک نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک کونسل آف ایلڈرز (Council of Elders) بنانی چاہیے، جو اس انقلاب کو ہائی جیک ہونے سے روک سکے، اور بہتر انداز سے نظام کی تبدیلی عمل میں آسکے۔

**عبداللہ گل**

جنزل (ر) حمید گل کے صاحبزادے عبداللہ گل نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ ہمیں پاکستان کی صورت میں ایک خطۂ زمین تو حاصل ہوگیا لیکن مکمل آزادی ابھی تک نہ مل سکی۔ ہماری آزادی ابھی ادھوری ہے۔ اگر ہم لا الہ الا اللہ کے نعرے پر جو قیام پاکستان کے وقت لگایا گیا تھا، اور جو پاکستان کے معرض وجود میں لانے کے اصل مقصد کی نشاندہی کرتا تھا، عمل کرنا شروع کردیں تو ہمارے حالات سدھر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو اپنے اندر غیرت ایمانی پیدا کرنی چاہیے اور شوق شہادت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

**حافظ عاکف سعید—امیر تنظیم اسلامی**

سیمینار کے آخری مقرر اور مہمان خصوصی امیر تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج سب مانتے ہیں کہ پاکستان واقعی مسائلستان بن چکا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ مسئلوں کی جڑ کیا ہے۔ ام المسائل کیا چیز ہے۔ جب تک اس کی نشاندہی نہ ہوگی اس وقت تک حل بھی سامنے نہیں آسکے گا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات عطا فرمائی اور آزادی کے ساتھ تمام دنیاوی نعمتیں بھی عطا فرمائیں جو ایک بہت بڑا معجزہ تھا، لیکن ہم نے اس آزادی کی ناقدری کی اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام نافذ کرنے کی بجائے اپنی تجوریاں بھرنی شروع کردیں اور صرف دنیا کی زندگی میں پھلنے پھولنے کی تگ ودو میں لگ گئے۔ جس کے نتیجے میں اللہ نے ہم پر عذاب کا کوڑا برسایا اور ہمیں بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کردیا۔ مزید برآں ہمارے برے اعمال کے نتیجے میں برے حکمرانوں کو ہمارے سروں پر مسلط کردیا گیا۔ لہٰذا مسائل کے حل کے لیے ضروری یہ ہے کہ پہلے ہم بحیثیت قوم اپنا قبلہ درست کریں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بنیاد سے نظام کو بدلا جائے۔ پہلے ہم اپنی ذات اور گھر پر اسلام نافذ کریں اور پھر ایک حزب اللہ قائم کریں، اس کے کارکنوں کو ایمان کے اسلحہ سے لیس کرکے اور تزکیہ و تربیت سے گزار کر، حق کی خاطر مشکلات اور صعوبتوں کو برداشت کرنے کا خوگر بنا کر باطل نظام سے لڑا دیں۔ یعنی ایک منظم عوامی احتجاجی تحریک برپا کریں جو مکمل طور پر پرامن ہو۔ کہیں توڑ پھوڑ نہ ہو، جس کا مطالبہ صرف نفاذ اسلام ہو۔ یہی وہ طریق ہے جس سے ملک میں انقلاب آسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں انتخابات میں حصہ لینے والی دینی جماعتوں کو بھی انقلاب کے طریق پر لانے کی کوشش کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد افغانستان پر قبضے کے لیے امریکہ کی مدد کرکے اور بعدازاں ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر ہم نے بہت بڑا قومی جرم کیا تھا، جس کے نتائج آج ہمیں بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ ہمارا اس سے بھی بڑا جرم یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کرکے یہاں اسلام کو نافذ نہیں کیا۔

سیمینار سے راجہ محمد اصغر نے بھی خطاب کیا۔ اس سیمینار میں 800 کے قریب مرد اور 150 خواتین نے شرکت کی، جس کی وجہ سے ہوٹل کا وسیع ہال اپنی تنگ دامانی پر شاکی نظر آیا۔

**نیوز آف دی ایئر**

**خبر** ''ملک میں 70 فی صد خوشحالی آچکی، مختصر مدت میں عوام کی محرومیوں کا خاتمہ کیا'' (وزیراعظم)

**تبصرہ:** جھوٹ، مکروفریب، وعدہ خلافیوں اور منافقت سے لتھڑی پاکستان کی تاریخ کی کرپٹ ترین حکومت کے بے وقوف ترین وزیراعظم سے ایسی ہی توقع تھی—مگر—پانچ سال پورے کرنے کی دھن میں ان کے منہ سے 70 فی صد بربادی کی بجائے خوشحالی اور ''امیدوں'' کی بجائے ''محرومیوں'' نکل گیا۔

فقیر محمد شاہد، رفیق تنظیم اسلامی سمن آباد


مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْر

پھر سوئے حرم لے چل

ان شاء اللہ

25 روزہ

قرآن فہمی کورس

(کل وقتی)

امسال 3 کورسز مئی، جون، جولائی 2011ء

جن میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلبہ، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

☆ قیام وطعام اکیڈمی کے ذمہ ہوگا۔

☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد وضوابط کی پابندی ضروری ہوگی

☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات ایک ہی چھت کے نیچے

☆ پرسکون اور پاکیزہ ماحول

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

ہر کلاس میں طلبہ کی تعداد 30 سے زیادہ نہیں ہوگی۔

اپنی فرصت کے مطابق مئی، جون یا جولائی کے کورس کے لیے اپنا نام رجسٹر کروائیں

قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ، جھنگ صدر

فون: 047-7628561-7628361 E-mail: hikmatbaalgha@yahoo.com

# ڈاکٹر اسرار احمدؒ......ایک مردِ آہن

شجاع الدین شیخ
(ڈائریکٹر اکیڈمکس، انجمن خدام القرآن سندھ کراچی)

اس پرآشوب اور پُرفتن دور میں بھی آگہی کی جستجو، زندگی کی حقیقت کی کھوج اور اپنے وجود کی تلاش کا سفر جاری ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے انسانوں کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے۔ جس میں ایک قسم کے لوگ باطنی طور پر ہم آہنگ ہوتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے لوگ اندر سے کشمکش میں بتلا رہتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے اس تجزیے کے کینوس پر اگر ہم دیکھیں تو پہلی قسم کے لوگ وہ سعید ہستیاں ہیں جو اپنے پیچھے ایسے نقوش چھوڑ جاتی ہیں جو عالمی افق پر تابندہ و تابناک ستاروں کی مانند رہتی دنیا تک ضوافشانی کرتی رہتی ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصدِ وحید، ان کی حیاتِ مستعار کا مشن خود ان کے لئے اور بعد والوں کے لئے بھی دو جہاں میں فوز وفلاح کا باعث ہوتا ہے۔ اس تناظر میں حقیقت حال یہ ہے کہ آج ڈاکٹر اسرار صاحبؒ اس دار فانی سے آخرت کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ موت سے کسی کو رُستگاری نہیں۔ مآل کار ہر انسان کو ایک دن اس سفر پر روانہ ہونا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کی زندگی کا مشن اللہ کی رضا جوئی اور فلاح دارین کا حصول تھا۔ اس سرزمین پر اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے دینِ متین کا قیام موصوف کی مساعی جمیلہ کا ہدف تھا۔ پیرانہ سالی میں بھی وہ دین کی سربلندی کی جدوجہد میں سرگرم رہے۔ انہوں نے اللہ کی کتاب کی خدمت اور اللہ کے پیغام کو ہر خاص وعام تک پہنچانے کے لئے نہ صرف خود بلکہ اپنی اولاد اور اہل خانہ کو بھی اسی مشن کا علم بردار بنائے رکھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ اللہ کی اس ہدایت سے کیسے صرف نظر کر سکتے تھے کہ ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نار جہنم سے بچاؤ۔'' درویش صفت انسان نے اس دنیا کے تمام عیش وآرام کو تج دیا اور خود کو سادگی اور راضی برضا کا پیکر بنائے رکھا۔ آپؒ نے اگر سرمایہ اور اثاثہ بنایا بھی تو وہ آخرت کا توشہ تھا اور اللہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تڑپ تھی، جس نے روز وشب ان کو بے کل و بے قرار رکھا۔

آج الحمدللہ اس اللہ کے بندے کی حقیقی اور روحانی اولاد نہ صرف پاکستان بلکہ دیار غیر میں بھی موجود ہے، جو اُن کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہے، اور اقامتِ دین کی بھاری ذمہ داری کو اپنی زندگیوں کا مرکز ومحور بنایا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے عازم آخرت ہونے کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کا لگایا ہوا تنظیم اسلامی کا شجر وقت اور حالات کے بادسموم کے جھونکوں سے کہیں بے برگ وبار تو نہیں ہو رہا ہے۔ کہیں خدانخواستہ اس تحریک کا تانا بانا بکھر تو نہیں رہا۔ تو ایسے افراد کو اپنے ذہنوں سے یہ خدشات کھرچ دینے چاہئیں۔ اس لئے کہ حق پرستی، شخصیت پرستی کی ضد ہے۔ شخصیت پرستی انسان کی فکر وفہم کو مفلوج کر دیتی ہے۔ عقیدت میں غلو پیدا ہو جائے تو انسان از خود اپنے لئے ہدایت کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مشن ایک زندہ وجاوید مقصد کا مشن ہے۔ انؒ کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے ہمیں انبیاء کے منہج سے روشناس کروایا۔ چنانچہ انؒ کے شکر وسپاس کا بہترین طریقہ ان کے عظیم مشن کو خلوص ودیانت کے جذبہ کے ساتھ آگے بڑھانا ہے۔ اس لئے کہ ؏ وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین اصل دین ہے اور اسے کل نظام ہائے زندگی پر غالب ونافذ کرنا ہے۔ اسی غلبہ دین کی جدوجہد میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی پوری زندگی کھپ گئی۔ اب اس قول ثقیل اور اس کی سعی وجدوجہد کی ذمہ داری میرے، آپ کے اور امت مسلمہ کے ہر فرد کے کاندھوں پر ہے۔ سورۃ الصّف کی آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی تجارت کا ذکر کیا ہے جو انسان کے لئے دردناک عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنا۔ یہی نفع بخش تجارت ہے۔ اس آیت کے پیش نظر ہمیں بھی منظم ہو کر اپنی توانائیاں اللہ کی دین کے راستے میں کھپانا چاہئیں، کیونکہ یہی کرنے کا اصل کام ہے۔ بقول شاعر ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

قارئین! تنظیم اسلامی اس راستے کا ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔ چنانچہ اس تحریک کے ساتھیوں کے دست وبازو بن کر دین کے راستے میں اپنا حصہ ڈالیے۔

یہ بات ذہنوں میں مستحضر رہے کہ اس پُرخار راستے پر چلتے ہوئے شیطان ہمیں مختلف جہتوں سے، مختلف النوع حربوں سے بددل کرتا ہے۔ دنیا میں مسابقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کا خوف، مفلوک الحال زندگی کا تصور، روشن وتابناک کیریئر سے محرومی کا احساس، یہ وہ رکاوٹیں ہیں جو اس راہ میں چلتے ہوئے قدم قدم پر حائل نظر آتی ہیں۔ لیکن اس باب میں بھی بانیٔ محترمؒ کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے 1971ء سے لے کر 2010ء تک ایک لحہ بھی معاش کی جدوجہد میں نہیں لگایا، لیکن وہ کبھی بھوکے نہیں سوئے، اس لئے کہ سورۂ محمد ﷺ کی یہ آیت ہمیشہ ان کے سامنے رہی کہ: ﴿ان تنصروا اللہ ینصرکم﴾ ''اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔''

اللہ کے دین کو غالب اور نافذ کرنے کے لئے جہاں جوش، ولولہ اور دینی حمیت کا ہونا ضروری ہے، وہاں کارکنان تحریک کے اندر ایمانی عزیمت، اخلاقی طاقت، اصابتِ فکر، ذہنی یکسوئی، قلبی لگاؤ اور عمل صالح کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ یہی وہ اجتماعی قوت ہے جو کسی تحریک اور کسی بھی مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے۔

دے ولولۂ شوق جسے لذت پرواز
کرسکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج

# بار الٰہا! بار الٰہا!

محمد سمیع

نائن الیون کے واقعہ کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اہل نظر نے واضح کر دیا تھا کہ نیو ورلڈ آرڈر کے علمبردار امریکہ کو اسلامی نظام سے خطرہ تھا، لہٰذا اس نے اپنی قومی زبان میں اس نظام کے آغاز میں ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔ علامہ اقبال نے ابلیس کی زبان سے یہ کہلوایا تھا کہ ؎

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

امت کی خاکستر میں شرار آرزو کے حوالے سے ان کی خوش فہمی برحق تھی، کیونکہ اللہ نے انھیں بلند اقبال بنایا تھا اور ہمیں اس خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا کوئی حق نہیں کہ ہم زیر ادبار قوم ہیں اور اگر زیر ادبار قوم کے سینے میں شرار آرزو ہو بھی تو کس کام کی۔ لیکن، بار الٰہا! جب امریکی قاتل ریمنڈ ڈیوس یا اس کا جو بھی نام رہا ہو، رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تو ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ اب امریکہ کو اُس کی اوقات یاد دلانے کا وقت آ گیا۔ تو نے ہمیں ایک موقع عطا کیا ہے کہ امت مسلمہ پر امریکہ کی تمام تر زیادتیوں کا بدلہ لیا جائے۔ قوم مہینوں ایک ہیجان میں مبتلا رہی۔ نتیجہ سامنے آ گیا، جو توقعات کے ہرگز خلاف نہیں تھا اور ریمنڈ ڈیوس یہ کہتا ہوا افغانستان منتقل ہو گیا کہ ؎

''مجھ کو پکڑا ، پکڑ کے چھوڑ دیا''
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

ہماری خوش فہمی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی جب ہم نے سنا تھا کہ مقتولین کے ورثاء کو دیت کی وصولی اور ریمنڈ کی معافی کے لئے آمادہ کیا جا رہا تھا۔ ہم نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ چلو امریکہ نے ہمارے نظام کی افادیت کو تو تسلیم کیا، جس کے نتیجے میں ریمنڈ کی رہائی کی صورت پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اسے بھی ہم اپنے نظام کی بڑی کامیابی قرار دے کر مطمئن ہو گئے تھے۔

ہم اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہمارے حکمران، برادران شریفان خصوصاً بڑے بھائی نے تو اس امریکی حکم کو ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ اس کے باشندے کو رہائی دی جائے۔ ہم بھی کتنی خوش فہم قوم ہیں۔ بار الٰہا! ہمارے حکمرانوں نے امریکی سرخروئی کے حصول کے لیے تیرے ہی نظام کا سہارا لیا۔ ہمارا کیا عجب نظام ہے جس نے اپنوں اور غیروں دونوں سے خود کو منوالیا ہے۔

اور بار الٰہا! ہم اس خوش فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ مقتولین کے ورثاء کبھی دیت کے لیے راضی نہیں ہوں گے۔ لیکن وہ بھی ہماری اس خوش فہمی پر پورے نہیں اترے۔ ہاں، ہمیں اپنے ان سیاستدانوں کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں تھی جو قوم کو اس خوش فہمی میں مبتلا کرنے میں مصروف تھے اور ہیں کہ ریمنڈ ڈیوس کو رہا کیا گیا تو ملک میں اس طرح کا ''انقلاب'' آ جائے گا جیسا حالیہ دنوں میں چند عرب ممالک میں آیا ہے۔ ہم جانتے تھے کہ کچھ نہیں ہوگا، کیونکہ ہمارے سارے سیاستدان امریکی پرچم تلے ایک ہیں۔ جب جبہ اور دستار کے حامل بھی اس جرگے میں دو زبانیں رکھتے ہوں، ایک وہ زبان جو عوام کے سامنے جلسہ ہائے عام میں امریکہ کے خلاف زہر اگلتی ہے اور دوسری وہ زبان جس کے ذریعہ اسی امریکہ کی سفیر سے وزارت عظمیٰ کی بھیک مانگنے سے بھی دریغ نہ کرتے ہوں اور وہ جنٹلمین برادران بھی جو قوم کے اعصاب پر سوار ہیں اور جنھیں یہ قوم ہی اپنے ووٹوں کے ذریعہ باریاں دلواتی ہے، تاکہ امریکی سرپرستی میں ان حکمرانوں کا اقبال بلند رہے۔ آخر ہماری قوم کا علامہ اقبال سے کم از کم اتنا تعلق تو ہونا ہی چاہیے۔

البتہ مظلوم عافیہ کے لئے امریکی عدالت سے سزا کے تناظر میں امریکی اٹارنی جنرل کا وہ طعنہ ہمیں ضرور یاد آتا ہے کہ پاکستانی قوم ڈالرز کے لیے اپنی ماں کا سودا بھی کر سکتی ہے اور جس کی تصدیق امریکہ کے ایک زمانے میں چہیتے پرویز مشرف نے اپنی کتاب ''لائن آف دی فائر'' میں کر دی ہے اور جب تک ڈاکٹر عافیہ حیات ہے، یہ امریکی طعنہ ہمارے سر کا جھومر بنا رہے گا۔ بار الٰہا! کیا ہم واقعی اپنے زوال کی اس پستی کو پہنچ چکے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس پستی میں پہنچانے والوں سے ہمیں نجات عطا فرما۔ (آمین)

## تنظیمی اطلاعات

### حلقہ بلوچستان کی مقامی تنظیم کوئٹہ جنوبی میں ندیم احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ بلوچستان کی جانب سے مقامی تنظیم کوئٹہ جنوبی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 مارچ 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب ندیم احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### حلقہ بلوچستان کی مقامی تنظیم کوئٹہ شمالی میں عبدالسلام عمر کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ بلوچستان کی جانب سے مقامی تنظیم کوئٹہ شمالی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 مارچ 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب عبدالسلام عمر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم بی بیوڑ میں ممتاز بخت کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم بی بیوڑ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 مارچ 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب ممتاز بخت کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

# حکمرانو! خدارا یہ ظلم نہ کرو

ڈاکٹر صفدر محمود

خدارا یہ ظلم نہ کرو، تمہارے لگائے ہوئے اس زخم کے نتائج دور رس اور طویل المدت ہوں گے۔ اگر اپنی تعلیمی کم مائیگی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے تم اس فیصلے کے مضمرات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو تو دوسروں سے مشورہ کرلو اور سمجھانے والوں کی بات سمجھ لو۔ میں نے اپنی اکتالیس سالہ ملازمت میں صوبائی اور مرکزی وزارت ہائے تعلیم کو قریب سے دیکھا ہے اور تعلیم میری محبت بھی ہے۔ اس تجربے کی بنیاد پر میں پورے وثوق سے عرض کر رہا ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے صوبوں کے سپرد کرنا اعلیٰ تعلیم کے مستقبل پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ میں حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کو چلانا صوبوں کے بس کا روگ نہیں اور نہ ہی یہ ادارہ اپنی نوعیت اور آئینی حیثیت کے سبب صوبوں کے سپرد کیا جانا چاہئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر موجودہ کوتاہ نظر حکمرانوں نے سیاستدانوں کی جعلی ڈگریوں کا راز فاش کرنے کی سزا ہائر ایجوکیشن کمیشن کو دی اور اس کی آزادانہ حیثیت ختم کردی تو اس کا نقصان اور سب سے زیادہ نقصان چھوٹے صوبوں کو ہوگا جن کے وسائل مقابلتاً کم ہیں۔ ان صوبوں کے ٹیچرز اور پروفیسرز قابلیت کے باوجود اعلیٰ تعلیم کے مواقع سے محروم رہ جائیں گے۔

ہائر ایجوکیشن کمیشن کی بدقسمتی یہ ہے کہ اول تو یہ ادارہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کے نام کے ساتھ وابستہ ہے جو بذات خود متنازع ہیں اور جنہوں نے اعلیٰ درجے کی ذمہ داری کا ثبوت دینے کی بجائے اپنے دور حکومت میں قومی خزانے سے حاصل کردہ پیسے کو پانی کی طرح بہایا اور دوم اس ادارے سے ناپسندیدگی کی وجہ منتخب نمائندوں کی جعلی ڈگریاں ہیں جنہوں نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں ہی کو مشکوک بنا دیا تھا۔ جہاں تک تعلیم کے میدان کا تعلق ہے، ہائر ایجوکیشن کمیشن کی کارکردگی متاثر کن اور شاندار رہی ہے۔ اس وقت سینکڑوں پاکستانی اسکالرز دنیا کی معیاری یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور سینکڑوں گزشتہ چند برسوں میں ڈگریاں لے کر واپس آچکے ہیں۔ یہ امید کی جارہی تھی کہ جب یہ ہزاروں اسکالرز اور پروفیسرز خاص طور پر سائنسی مضامین میں پی ایچ ڈی سے لیس ہو کر ریسرچ کے تجربے کے ساتھ واپس آئیں گے تو پاکستان کا علمی و تعلیمی کلچر بدلے گا اور پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے میدان میں نمایاں بہتری آئے گی۔ کم تر شرح خواندگی کا رونا اپنی جگہ اس وقت 75 لاکھ بچے اسکولوں سے محروم ہیں یہ سانحہ اپنی جگہ، ہزاروں سرکاری اسکولوں میں ٹاٹ اور ٹیچرز نہیں یہ ماتم اپنی جگہ، لیکن یاد رکھیئے کہ قوموں کا روشن مستقبل اعلیٰ تعلیم سے وابستہ ہوتا ہے کیونکہ موجودہ دور میں ترقی کا راز ریسرچ اینڈ ڈیویلپمنٹ میں مضمر ہے۔ جتنی قومیں ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہیں ان کی ترقی سائنسی ریسرچ کا نتیجہ ہے اور یہ ریسرچ یا تو یونیورسٹیوں میں جاری ہے یا پھر ملٹی نیشنل کمپنیاں سائنسی ریسرچ کی سرپرستی کرتی ہیں۔ ہمارا سرکاری اسکول سسٹم چوپٹ ہو چکا ہے اور حکومت قومی آمدنی کا صرف دو فیصد مختص کر کے شرح خواندگی میں خاطر خواہ اضافہ نہیں کرسکتی۔ شرح خواندگی بڑھانے کے لئے قومی آمدنی کا کم سے کم پانچ فیصد صرف کرنا ضروری ہے جو ممکن نظر نہیں آتا۔ بہرحال شرح خواندگی کی کمی کے باوجود ہم ہائر ایجوکیشن پر توجہ دے کر ترقی کی راہ ہموار کرسکتے ہیں۔ اگر صرف شرح خواندگی ترقی کے دروازے کھول سکتی تو سری لنکا دنیا کا نہایت ترقی یافتہ ملک ہوتا جہاں شرح خواندگی نوے فیصد کے لگ بھگ ہے۔ دراصل عالمی سطح کی یونیورسٹیاں اور معیاری ریسرچ ہی ترقی کی ضمانت دیتی ہیں اور عالمی سطح پر قوموں کے وقار میں اضافہ کرتی ہیں۔ یہ کام ہائر ایجوکیشن کمیشن کی ذمہ داری ہے اس لئے اگر اسے صوبوں کے حوالے کردیا گیا تو ہم نہ صرف عالمی بنک اور امریکہ کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کروڑوں ڈالر کی امداد سے محروم ہو جائیں گے بلکہ پاکستانی یونیورسٹیوں کو عالمی رینکنگ میں لانے اور پی ایچ ڈی پروفیسرز کی تعداد میں نمایاں اضافے اور ریسرچ کے ذریعے ترقی کے خواب بھی چکنا چور ہو جائیں گے۔ عالمی سطح پر پاکستانی ڈگریوں کی تصدیق کے بغیر معیاری یونیورسٹیوں میں داخلے نہیں ملتے۔ غور کیجئے کہ اس سارے عمل میں کون خسارے میں رہے گا؟ یہ خسارہ ان غریب بچوں کا مقدر بنے گا جن کا ذکر کر کے ہمارے حکمرانوں کی منافق آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

دولت مند گھرانوں کے بچے اعلیٰ پرائیویٹ سکولوں میں پڑھتے ہیں اور اے او لیول کا امتحان پاس کر کے امریکی برطانوی اور یورپی یونیورسٹیوں میں داخلے لے لیتے ہیں۔ ان کی اکثریت تعلیم مکمل کر کے بیرون ملک دل لگا لیتی ہے یا واپس آکر خاندانی کاروبار جوائن کر لیتی ہے۔ دولت مند گھرانوں کے نوجوان ہائر ایجوکیشن کمیشن کے وظائف کے محتاج نہیں۔ اس لئے اس فیصلے کی زد مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس پر پڑے گی جس کے لئے آگے بڑھنے کے راستے پہلے ہی محدود اور مسدود ہیں۔ ہمارے حکمران کیا جانیں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے پاکستانی یونیورسٹیوں کو ریسرچ کے لئے دنیا بھر کی لائبریریوں کی سہولیات مہیا کر رکھی ہیں۔ نجم سیٹھی صاحب کی طنز کہ پی ایچ ڈی کچھ ادھر اور کچھ ادھر سے نقل کر کے کر لی جاتی ہے، بھی بجا ہے لیکن امریکی برطانوی اور یورپی یونیورسٹیوں میں ایسا ہرگز ممکن نہیں جہاں ہمارے ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ پاکستان کی بعض یونیورسٹیوں کے چند پروفیسروں پر یہ الزام ضرور لگا، لیکن یقین رکھیئے کہ پی ایچ ڈی کے تین ممتحن حضرات میں سے دو پروفیسر ہمیشہ بیرون ملک سے منتخب کئے جاتے ہیں جو نقل پر ہرگز ڈگری نہیں دیتے۔ سرقے اور چوری کا الزام دراصل تحقیقی مقالوں پر لگا تھا جو ہمارے چند

ایک پروفیسروں نے اندرون ملک چھپوائے تھے۔ اگر رسالوں کے ریفری عالم وفاضل پروفیسر ہوں تو یہ چوری پکڑی جاسکتی ہے، اسی لئے بیرون ملک معیاری رسالوں میں مضامین چھپوانا جوئے شیر لانے کے برابر ہوتا ہے۔ ان تمام سرگرمیوں کی نگرانی ہائرایجوکیشن کمیشن کے سپرد ہے۔ خدارا اسے مرکز ہی میں رہنے دیجئے اور اس کی آزادانہ حیثیت کو بہر حال برقرار رکھیے۔ ورنہ اعلیٰ تعلیم کے میدان میں ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ میں نے اپنے تجربے کی بنا پر حکمرانوں سے یہ التجا بھی کی تھی کہ خدارا کری کولم (Curriculam) یعنی نصاب سازی مرکز کے پاس رہنے دیں، یہ شعبہ صوبوں کے حوالے ہرگز نہ کریں۔ نصاب کیا ہوگا یہ فیصلہ پورے ملک کے لئے ایک ہی سطح پر ہونا چاہئے۔ اس نصاب کی روشنی میں درسی کتابیں چھاپنا پہلے ہی صوبوں کے سپرد ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1972ء میں ایک صوبے میں چھپنے والے پہلی جماعت کے قاعدے میں ''یہ ظالم آدمی ہے'' لکھ کر آگے قائداعظم کی تصویر لگا دی گئی تھی جس پر بے پناہ ہنگامہ ہوا تھا۔ باریکیوں اور تفصیلات میں کیا جاؤں فقط یہی فریاد کافی ہے کہ خدارا نصاب کو مرکز کے پاس ہی رہنے دیں ورنہ صوبائی عصبیت اور نفرتوں کا وہ غدر مچے گا جو تم سے سنبھالا نہیں جائے گا۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

## معمارِ پاکستان نے کہا

6 جون 1938ء: ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے''۔

22 نومبر 1938ء: ''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے''۔

8 اپریل 1938ء، اسٹار آف انڈیا: ''ملتِ اسلامیہ عالمی ہے''۔

7 اگست 1938: ''میں اوّل وآخر مسلمان ہوں''۔

9 نومبر 1939ء: ''مغربی جمہوریت کے نقائص''۔

14 نومبر 1939: ''انسان خلیفۃ اللہ ہے''۔

ٹائمز آف لندن، 9 مارچ 1940ء: ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں''۔

26 مارچ 1940ء: ''میرا پیغام قرآن ہے''۔

(مختلف مقامات پر قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر کی چند شہ سرخیاں)

## دعائے مغفرت کی درخواست

ہمارے ادارہ قرآن اکیڈمی کے مکتبہ کے کلرک اور تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور کے رفیق محمد ارشد کے والد گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتك و حاسبہ حسابًا یسیرًا

## ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، جاپان میں ذاتی بزنس (امپورٹ ایکسپورٹ) کے لیے تعلیم یافتہ (ایم بی اے، ایم ایس سی اکنامکس یا ایم کام) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-7732997

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی (راجپوت فیملی) کو اپنی بیٹی، صوم وصلوٰۃ کی پابند، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس سی (آنرز) فنانس، اکاؤنٹنگ، اکنامکس، قرآن اکیڈمی سے تربیتی کورس کی حامل کے لیے مساوی تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0334-9751067

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں عمر 25 سال، اور 27 سال، تعلیم بالترتیب ڈی فارمیسی اور ایم اے ای ایل ٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوانوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0300-4529664

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، رفیقہ تنظیم اسلامی، عمر 25 سال، حالیہ MBBS مکمل، ایک سالہ قرآن فہمی کورس، کے لیے کراچی کے رہائشی ہم پلہ تعلیم یافتہ و برسرروزگار، لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-3629080

☆ کراچی کی رہائشی، 40 سالہ بیوہ (بچے نہیں)، تعلیم بی فارمیسی، پوزیشن ہولڈر، فیڈرل پبلک سروس کمیشن کوالیفائڈ، درس وتدریس سے وابستہ، پردہ دار کے رشتہ کے لیے 47-45 سال تک کے دینی مزاج کے حامل حضرات (جن کی بیوی نہ ہو اور صرف چھوٹے بچے موجود ہوں جن کی بہترین تربیت کی ضرورت ہو) رجوع کریں۔

برائے رابطہ: 0332-3102602

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0300-7403746

☆ کراچی میں رہائش پذیر خاتون (مطلقہ)، عمر 40 سال، کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ (دو بیٹیاں عمر 15 اور 14 سال ساتھ رہتی ہیں)۔ برائے رابطہ: 0333-3016013

☆ شیخوپورہ شہر میں رہائش پذیر خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، خوش شکل دراز قد، پردہ کی پابند، دینی اقدار کی پاسدار ایم اے کی طالبہ کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-24598216

☆ بہاول نگر میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 38 سال، برسرروزگار، اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پہلی بیوی کی موجودگی میں عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0341-7043327/0336-7031057

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

# دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے زیر اہتمام شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ تلاوت کی سعادت جناب عرفان ڈار کو حاصل ہوئی۔ جناب علی شاہد نے کلام اقبال پیش کیا۔ جناب عبدالقدیر بٹ نے سورۂ حم سجدہ کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ اس کے بعد ''ایک رفیق، ایک حدیث'' کے عنوان کے تحت رفقاء نے ایک ایک حدیث بیان کی۔

نماز عشاء کے بعد ''قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں'' کے حوالے سے مذاکرہ کیا گیا۔ یہ ذمہ داری اکرام الحق نے ادا کی۔ مذاکرے میں رفقاء نے بھرپور حصہ لیا۔ بعدازاں کھانے کا وقفہ ہوا۔ کھانے کے بعد ''قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں'' کے دوسرے حصہ کا مذاکرہ ہوا۔ مذاکرہ کی ذمہ داری جنید نذیر نے نبھائی۔ نعیم صفدر بھٹہ نے ''حزب اللہ کے اوصاف'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ حزب اللہ میں شامل لوگ سمع وطاعت کے پابند ہوتے ہیں۔ یعنی امراء اور ذمہ داران کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جنید نذیر نے دعوت کے موضوع پر گفتگو کی اور دعوت اور اس کے راستے میں آنے والی مشکلات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ دعوت ایک مسلسل عمل ہے، اور اس کے لئے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ انفرادی شکل میں بھی دعوت کا عمل جاری رہنا چاہیے اور اجتماعی سطح پر بھی اس میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اجتماعی شکل میں دعوت کی ایک بہترین شکل اللہ کے دین کا نفاذ ہے۔ دعوت کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے سادہ اور ہلکا پھلکا انداز اختیار کریں، تاکہ عام آدمی بھی اُسے سمجھ سکے۔ (رپورٹ: معتمد تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی]

## تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی شمالی کے تحت دعوتی کیمپ نیو کراچی تنظیم کے علاقے خدا کی بستی میں منعقد ہوا۔ یہ بستی کراچی شہر کے شمال مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ تنظیم اسلامی نیو کراچی کے رفقاء نے اس پروگرام کی تشہیر کے لیے تین دن پہلے سے علاقے میں گشت، ہینڈبل کی تقسیم اور پول ہینگرز آویزاں کئے۔ کیمپ والے روز دوپہر 12 بجے تنظیم اسلامی نیو کراچی کے رفقاء تاج گارڈن خدا کی بستی میں جمع ہوگئے اور انتظامات میں لگ گئے۔ سہ پہر 3 بجے دیگر تناظیم سے بھی رفقاء کی ایک بڑی تعداد کیمپ میں پہنچ گئی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز ناظم دعوت جناب عامر خان نے کیا۔ انہوں نے دعوت کی فرضیت، فضیلت اور آداب کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس کے بعد انہوں نے علاقے میں گشت کے لئے 12 ٹیمیں تشکیل دیں۔ ہر ٹیم میں تقریباً 15 رفقاء شامل تھے۔ ان ٹیموں نے عصر تا مغرب گھر گھر جا کر اور مساجد کے باہر اور بازاروں میں 6 کارنر میٹنگز کیں اور لوگوں کو مغرب کے بعد خطاب میں شرکت کی دعوت دی۔ نماز مغرب سے پہلے ٹیموں کے امراء نے اپنے تاثرات پیش کئے۔ بعد نماز مغرب ناظم حلقہ کراچی شمالی جناب شجاع الدین شیخ کا سیرت النبی ﷺ پر خطاب ہوا۔ جس میں انہوں نے حب رسول اور اُس کے تقاضوں کو تفصیل سے بیان کیا۔

اس اجتماع میں تقریباً 250 رفقاء اور 200 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر ناظم حلقہ شجاع الدین شیخ نے نیو کراچی کے رفقاء کی محنت کو سراہا اور مستقل اور پائیدار انفرادی دعوت پر زور دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری محنتوں میں خلوص عطا فرمائے۔ آمین

(مرتب: نوید مزمل)

## تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کی جانب سے ڈرون حملوں کے خلاف ریلی

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے زیر اہتمام 6 مارچ 2011 سہ پہر 4 بجے کمرشل کالج چوک سے مقامی ناظم دعوت جناب رضوان عظیمی کی زیر قیادت ایک پرامن ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے آغاز پر ناظم دعوت نے رفقاء اور احباب سے مختصر خطاب کیا، جس میں انہیں ریلی کے مقاصد کے بارے میں آگاہ کیا گیا، اور انہیں ہدایت کی گئی کہ ریلی کے دوران نظام وضبط کا مظاہرہ کریں اور پرامن رہیں۔ ریلی میں تقریباً 50 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ شرکاء ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز اُٹھائے ہوئے تھے، جن پر ڈرون حملوں کے خلاف نعرے درج تھے، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی اور ریمنڈ ڈیوس کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ شرکاء سٹی چوک میں 10 منٹ تک ٹھہرے رہے۔ اس دوران لوگوں میں ہینڈبل تقسیم کیے گئے۔ پھر رفیق شاہ چوک کو روانگی ہوئی۔ رفیق شاہ چوک میں پہنچ کر ہینڈبل تقسیم کیے گئے۔ ناظم دعوت رضوان عظمی نے شرکاء سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے ملک کی موجودہ صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا اور پاکستان میں ڈرون حملوں کے حوالے سے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں فی الفور رکوائے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی قید سے رہائی دلائے اور لاہور میں ریمنڈ ڈیوس کے ہاتھوں قتل ہونے والے معصوم پاکستانیوں کے قاتل کو ملکی قوانین کے مطابق سزا دے۔ اُن کے خطاب کے ساتھ ہی ریلی کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین ثم آمین) (رپورٹ: ثاقب وسیم مشتاق)

## مقامی تناظیم کراچی کورنگی شرقی وغربی کے زیر اہتمام نہی عن المنکر کے حوالے سے مظاہرہ

6 مارچ کراچی جنوبی کی دو مقامی تناظیم کورنگی شرقی اور غربی کے تحت کورنگی نمبر 5 پر ''نہی عن المنکر مہم'' کے حوالے سے ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا، جس کا مقصد معاشرہ میں رائج برائیوں کے خلاف عوام الناس کو آگاہ کرنا تھا۔ پروگرام کی نظامت کورنگی شرقی کے نقیب جناب نعمان نسیم کو دی گئی۔ انہوں نے ایک ہفتہ پہلے پروگرام کی منصوبہ بندی کر کے اس کی اطلاع تمام رفقا اور خصوصاً نقباء تک پہنچائی اور SMS کے ذریعے یاددہانی کے طور پر پیغامات بھی بھیجے گئے۔ مقررہ روز شام ساڑھے تین بجے دونوں تناظیم کے رفقاء قرآن اکیڈمی کورنگی میں جمع ہوئے۔ راقم نے تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی کی جانب سے دیے گئے خط میں درج اہم ہدایات رفقا کے سامنے بیان کیں۔ اس کے بعد پروگرام کے ناظم محمد نعمان نسیم نے پروگرام کی تفصیلات بتائیں۔ شام چار بجے تمام رفقاء کورنگی نمبر 5 کے مین اسٹاپ پر پہنچے، جہاں مظاہرہ پہلے سے طے تھا۔ سب سے پہلے رفقاء نے اسٹاپ کے دونوں اطراف پلے کارڈز Display کیے اور ساتھ ہی بڑی تعداد میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے گئے۔ لوگوں کے پلے کارڈز اور ہینڈ بلز پڑھنے سے انداز ہوا کہ اس کام کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو برائیوں کے حوالے سے بیدار کیا جائے۔ اس کے بعد تمام رفقاء نمازِ عصر کی ادائیگی کے لئے قریب ہی واقع مکہ مسجد گئے۔ بعد از نماز کچھ رفقاء مسجد کے دو دروازوں پر پلے کارڈز لے کر کھڑے ہوگئے جبکہ کچھ دعوتی لٹریچر تقسیم کرنے لگے۔ نماز کے بعد کارنر میٹنگ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ سراج احمد نے اس کی ذمہ داری ادا کی۔ انھوں نے سورۃ الانعام آیت 151 کی روشنی میں کہا کہ آج ہم نہ صرف بے حیائی کا کھلم کھلا ارتکاب کر رہے ہیں بلکہ بے حیائی کی تشہیر بھی کھلے عام کر رہے ہیں۔ جبکہ اللہ نے نہ صرف کھلی بے حیائی حرام کی ہے بلکہ پوشیدہ بے حیائی کو بھی حرام کیا ہے بلکہ بے حیائی کے قریب جانے سے بھی روکا ہے۔ ہمیں تو اپنی سوچ اور خیالات کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس، آج ہم نے برائی کو برائی سمجھنا ہی چھوڑ دیا۔ ابھی ہمارے پاس توبہ کا موقع ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ لیکن اللہ نے اب بھی ہمیں توبہ کا موقع دیا ہے۔ پروگرام کے آخر میں نعمان نسیم صاحب نے دو دو رفقاء کے گروپ بنائے جو علاقوں کی ویڈیو شاپس اور نیٹ کیفے پر خطوط کے ساتھ گئے اور انتہائی دل سوزی کے ساتھ دکان کے مالکان سے چند منٹ کی تذکیری گفتگو بھی کی۔ ہوٹلوں پر موجود شرکاء کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملکِ پاکستان پر مختلف قسم کے عذابوں کی طرف توجہ دلائی گئی اور موجودہ صورت حال سے نکلنے کا واحد ذریعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا بیان کیا گیا۔ یوں تمام رفقاء نے نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ ادا کیا۔ اس مظاہرے میں کورنگی شرقی سے 14 جبکہ کورنگی غربی سے 8 رفقاء نے شرکت کی۔ اس مظاہرے کے اختتام پر رفقاء اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (مرتب: توحید خان)